اَو لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ❊ لو تمہیں طورِ تسلّی کا بتایا ہم نے

Digitized by Khilafat Library

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۱۹ اکتوبر سنہ ۱۹۲۰ء نمبر ۱۰

مطابق صفر سنہ ۱۳۳۹ھ

چندہ سالانہ

عوام سے ۱؍ طلباء سے ۸؍

فہرست مضامین

رُوس میں اِسلام	مذہب اور اُس کی ضرورت
۳۱۳ - ۳۴۲	۳۴۳ - ۳۵۲

حضرت خلیفۃ المسیح اول شاہی حکیم مولٰنا مولوی نورالدین صاحب رضؓ کی مجرب ادویات

سرمہ لاثانی: کمزوری آنکھ۔ دھند۔ جالا۔ سرخی چشم۔ ضعف بصارت۔ آنسوؤں کا جاری رہنا۔ ان امراض کا لاثانی سرمہ۔ **قیمت ۶ ماشہ عہ**

سرمہ برقی: کمزوری آنکھ۔ خارش۔ آنکھوں سے پانی کا آنا۔ دھند۔ **قیمت ۶ ماشہ عہ**

مومیائی: بدن کی طاقت کیلئے اکسیر۔ تمام تر ان کا مجموعہ کیسی ہی کمزوری ہو۔ اسکے استعمال سے رفع ہوتی ہی جاتی ہے **قیمت فی تولہ عہ**

معجون مسکی: بدن کی زردی۔ کمی خون۔ دل کا دھڑکنا۔ معدہ کی کمزوری۔ سانس کا پھولنا۔ ان بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ **قیمت ۴ تولہ صہ**

حب جانا: تمام بدن کی کھوئی ہوئی طاقت کا واپس لانا انکا فرض عین ہے۔ کمی خون کو چند یوم میں پورا کر دینا انکا منصب ہے۔ تمام پٹھوں کی کمزوری کیلئے انکے اندر برقی تماشا ہے۔ دماغ کی قوت میں بے مثل ہیں۔ نسیان کو دور کرنا انکے ہاتھ کا کھیل ہے۔ منگواؤ اور فائدہ اٹھاؤ۔ **۲۰ گولیاں عہ**

اٹھرا

کیا آپ پیارے بچے چاہتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے فضل سے سچی ہمدردی اور فائدہ خلق اللہ کیلئے اس نہایت **عاقل** اور بیدار مغز اور خیر خواہ ہر انسان حکیم الامت مولٰنا مولوی نورالدین صاحب رضؓ شاہی حکیم کا وہ مجرب المجرب نسخہ پورے طور پر طیار کیا ہے جس سے کئی **گھر** اللہ تعالیٰ کے فضل سے **بھرے** ہوئے ہیں۔ جو پیارے **بچوں** سے خالی تھے۔ وہ گھر ہیں جو **اسقاط حمل** کی وجہ سے یعنی **اٹھرا** کی بیماری کا نشانہ بن چکے تھے یا جنکی اولاد پیدا ہوتے داغ **مفارقت** دیکر راہ دارالبقا لے لیتے تھے یا جن کے حمل قبل از وقت ضائع ہو جایا کرتے تھے۔ یا مردہ پیدا ہوتے تھے۔ والدین کے **کلیجے صدمے سہتے سہتے مایوس** اور ناامید ہو چکے تھے۔ محض خدا تعالیٰ کے فضل سے ان **تریاقی گولیوں** کے استعمال سے کئی گھر بامراد ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ بھی خدا پر بھروسہ رکھیں۔ اور **اکسیر جنین** کا استعمال کرائیں اور پیارے بچوں کی میٹھی میٹھی باتیں سنکر خدا کا شکر کریں۔ انکے فوائد کے لحاظ سے **قیمت** بہت کم ہے تاکہ ہر ایک فائدہ اٹھائے۔ **قیمت فی تولہ عہ**

ملنے کا پتہ نظام جان عبدالرحمن کاغانی۔ قادیان ضلع گورداسپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

روس میں اسلام

[ترجمہ مضمون انگریزی جو چودھری ظفر اللہ خاں صاحب بیرسٹر ایٹ لائے نے
ہسٹاریکل سوسائٹی لاہور میں ۵۔ جنوری ۱۹۲۰ء کو سُنایا۔]

جولائی ۱۹۱۳ء میں مجھے ایک دوست کے ساتھ پیٹروگراڈ (دار الخلافہ ملک روس) جانیکا اتفاق ہوا۔ سٹاک ہالم سے ہیلسنگفورد کے بحری سفر میں ایک رُوسی تاجر نکولس ویلسکویم دیجلنگ نامی میرا واقف بن گیا۔ وہ مجھ سے ملکر بہت خوش ہوا۔ اور اسے اس غلط فہمی سے اور بھی زیادہ خوشی حاصل ہوئی۔ کہ میرے نام کا اخیر لفظ خان یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ میں کوئی تاتاری رئیس یا شاہزادہ ہوں جو بھیس بدلکر سفر کر رہا ہوں۔ میں نے اُس کے اس خیال کو دُور کرنے کی بہت کوشش کی۔ مگر چونکہ وہ انگریزی بہت کم جانتا تھا۔ اور میں رُوسی زبان سے بالکل ناآشنا تھا۔ اس لئے میں اُسے سمجھانے میں کامیاب نہ ہوا۔ بہرحال اس غلط فہمی کا اچھا نتیجہ ہوا۔ چند روز بعد ہماری اس تاجر سے پیٹروگراڈ میں ملاقات ہوئی اور اس نے مجھے اور میرے دوست کو اپنے مکان پر جو شہر کے بہت اعلیٰ کوچے میں واقع تھا۔ دعوت دی۔ ہم جب محلہ میں ہمارے میزبان کا مکان تھا وہاں

مقررہ وقت سے تھوڑی ہی دیر قبل پہنچے۔ کیونکہ ہمارا خیال تھا۔ کہ مکان کا نمبر ہمیں معلوم ہے۔ مکان جلد ملجائیگا۔ مگر دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ نمبر کئی مکانات کے ایک محلے کا ہے۔ زبان سے ناواقفیت بہت دقت کا باعث ہوئی۔ آخر بمشکل ہم نے اس کے مکان کو تلاش کر ہی لیا ؟

دعوت پُر تکلّف تھی۔ اس کے بعد ہمارا میزبان ہمیں رُوسی اُمراء و رؤساء کے موسم گرما گذارنے والے مکانات دکھلانے کے لئے لے گیا۔ جو دریائے نیوا کے دہانے کے قریب جزائر پر بنے ہوئے تھے۔ شمالی رُوس میں گرمی کی شام بہت لمبی ہوتی ہے۔ اور شفق ساری رات رہتی ہے۔ کشتی کی سیر بہت خوشگوار تھی۔ اور ہم نیوا کے کناروں پر دلکش منظر کا لُطف اُٹھا رہے تھے۔ کہ اچانک مسٹر ڈیجانگ نے چلّا کر ایک بڑے گنبد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ”محمڈن موشی محمڈن موشی“۔ ہمیں اس کے چلّا کر کہنے اور عمارت کی شکل و شباہت سے یہ خیال ہوا۔ کہ شاید وہ مسجد کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ دیکھکر کہ شاید ہم نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس نے ہمیں جتلایا کہ ہم واپسی پر موٹر کو اس کے پاس سے گذاریں گے۔ اور عمارت کو قریب سے دیکھ کر سمجھ جائینگے۔ کہ وہ کیا چیز ہے۔ واپسی پر عمارت کے پاس سے گذرنے پر ہمیں معلوم ہوگیا۔ کہ جو کچھ ہم نے اپنے میزبان کے الفاظ اور اشارے سے سمجھا تھا ٹھیک تھا۔ یہ پیٹروگراڈ کی جامع مسجد تھی ؟

دوسرے روز صبح سویرے ہی ہم دونو مسجد کو دیکھنے کے لئے نکلے۔ وہ نیوا کے کنارے سینٹ پیٹر اور سینٹ پال کے قلعے کے بالکل مقابل واقع تھی۔ حال ہی میں وہ تعمیر ہوئی تھی۔ اور ابھی تک اس کی سفیدی وغیرہ بھی مکمّل نہ ہوئی تھی۔ وہ ایک بڑے مربع ہال کی شکل میں تھی۔ جس کے اوپر ایک بڑا گنبد بنا ہوا تھا۔ اور دائیں بائیں دو مینار تھے۔ امام کے کمرے ہال کی

ایک جانب تھے - اور ہال کی طرف سے ان کے دروازے تھے - ایک گیلری بھی تھی جو عورتوں کے لئے مخصوص تھی - جہاں وہ پردہ میں اپنی نماز ادا کر سکتی - اور خطبہ بھی سُن سکتی تھیں - مزدور جو وہاں کام کر رہے تھے - ان میں سے ایک ہمیں دکھلانے کے لئے لے گیا - اس نے یہ معلوم کر کے کہ ہم مسلمان بھائی ہیں - بہت خوشی ظاہر کی - ہمارے سوالات کے جواب میں صرف وہ اتنا ہی کہتا تھا "دی - دی" (ہاں ہاں) اور بار بار تھوڑی دیر کے بعد "مسلمان - دا - دا - الحمد للہ" کہتا تھا - مگر اس کا چہرہ دُور دراز ملکوں کے دلی مسلمان بھائیوں سے ملکر مارے خوشی کے چمک رہا تھا - وضو خانہ مسجد سے تھوڑا دُور تھا - اور وضو کرنے کے لئے موجودہ زمانے کی تمام ضروریات مہیّا کی گئی تھیں - سرد و گرم پانی کی ٹوٹیاں بھی تھیں - چونکہ رُوس میں سردی شِدّت سے پڑتی ہے - اس لئے موسم سرما میں گرم پانی کا کافی مقدار میں ہر وقت موجود رہنا اشد ضروری ہے ۔

زار کے دار السلطنت کے مرکز میں ایک مسجد کا پایا جانا - میرے لئے بہت ہی خوش کن امر تھا - اور مجھے روسی مسلمانوں کے متعلق دلچسپی پیدا ہوئی - معلوم ہوا - کہ صرف پیٹروگراڈ میں ایک لاکھ مسلمان آباد ہیں - اگرچہ اکثر ان میں سے غریب ہیں - لیکن ان کی اعلیٰ اخلاقی زندگی مانی ہوئی ہے - اور مجھے یہ معلوم ہوا - کہ رُوسی اُمراء اپنے محلات کے لئے عموماً مسلمان دربانوں کو ترجیح دیتے ہیں - کیونکہ بوجہ ان کے شراب سے پرہیز کرنے کے ان پر اعتماد کیا جا سکتا ہے - مجھے بہت ہی افسوس سے کہنا پڑتا ہے - کہ رُوسی زبان سے ناواقفیت کے باعث میرے لئے ناممکن تھا - کہ مَیں پیٹروگراڈ کے اس قلیل قیام میں کسی اعلیٰ طبقے کے مسلمان کو تلاش کر کے بات چیت کرتا ۔

اُنگلستان واپس آنے پر ڈاکٹر آرنلڈ مصنّف پریچنگ آف اسلام نے

رُوسی مسلمانوں کے متعلق میری دلچسپی کو اور زیادہ کر دیا۔ مجھے اُنہوں نے بتلایا۔ کہ حال میں کازان دار العلوم کے چند طلباء سے جو انگلستان کی سیر سیاحت کے لئے آئے ہوئے تھے۔ اُن کو یہ بات معلوم ہوئی۔ کہ وسطی رُوس میں اسلام بہت پھیل رہا ہے۔ اور گاؤں کے گاؤں اسلام قبول کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر آرنلڈ نے مجھے دوبارہ اور زیادہ دیر کے لئے رُوس جانے پر آمادہ کیا۔ اور کازان میں چند مہینے گذارنے کا مشورہ دیا۔ اور مجھے یقین دلایا۔ کہ ٹوٹی پھوٹی عربی جو مَیں جانتا ہوں۔ اس کی مدد سے مَیں اعلیٰ طبقے کے مسلمانوں میں جلدی ہی مِل جُل جاؤنگا۔ اُنہوں نے مجھے اپنے مسلمان دوستوں کی طرف جو عربی بولتے تھے۔ تعارف کے خطوط بھی دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ مَیں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ۱۹۱۴ء کی چھٹیاں کازان ہی گذاروں گا۔ مگر چھٹیوں سے چند دن قبل ہی جنگ چھڑ گئی اور کازان کا سفر دریں حالات ناممکن ہو گیا ؎

اب مَیں روس میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی تاریخ مختصراً بیان کرتا ہوں۔ مختصر طور پر روس میں تاریخ اسلام تاتاریوں اور اقوام سلاو کے جنگ و جدل کی تاریخ ہے۔ مگر مَیں اس جنگ وجدل کے صرف ان پہلوؤں پر بحث کرونگا جو اس ملک میں ترقی و اشاعت اسلام سے تعلق رکھتے ہیں ؎

دسویں صدی عیسوی میں چند بلغاری مسلمان دریائے والگا کے کناروں پر آکر آباد ہوئے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ انکو مسلمان تاجروں نے جو سمور اور دیگر شمالی اشیاء کی تجارت کرتے تھے۔ مسلمان بنایا تھا۔ امپیریل اکیڈمی آف سائنسز سینٹ پیٹرز برگ کی کتب سے پتہ چلتا ہے کہ خلیفہ المقتدر نے سنہ ۹۲۱ء میں ایک مبلّغ ان بلغاریوں کو ارکان و اصول اسلام سکھلانے کے لئے بھیجا۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ یہ لوگ نویں صدی کے اخیر میں یا دسویں صدی عیسوی کے شروع میں مشرف باسلام ہوئے تھے ؎

کرامسین نے اپنی تاریخ رُوس میں ان بلغاری مسلمانوں کی بادشاہ وقت وادیمیر کو مسلمان بنانے کی کوشش کا ذکر کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وادیمیر اپنے مذہب بُت پرستی کو پسند نہ کرتا تھا۔ اور اس سے کسی بہتر مذہب کے اختیار کرنے کی ضرورت محسوس کرتا تھا۔ اسے اسلام میں لانیکی کوشش کی گئی۔ مگر ختنہ اور ممانعت شراب پر اسکو بڑا اعتراض تھا۔ اس کا قول تھا۔ کہ رُوس میں لُطف زندگی کا مدار شراب پر ہے۔ اور اس کو رُوسی لوگ خوشی سے کبھی چھوڑ نہیں سکتے ۔

یہودی بھی مسلمانوں کی طرح ناکام رہے۔ وادیمیر نے ان کے دلائل سُن کر اخیر میں کہا کہ تمہارا ملک کونسا ہے۔ یہودیوں نے جواب دیا۔ "یروشلیم ہمارا ملک ہے۔ مگر خدا نے غصّے میں آکر ہمیں ساری دنیا میں پراگندہ کر دیا"۔ بادشاہ نے کہا "تو تم خدا کی مغضوب قوم ہو کر دوسروں کو تعلیم دیتے ہو۔ چلے جاؤ۔ ہمیں تمہاری مانند بے ملک ہو نیکی خواہش نہیں"۔

کلیسائے یونان کے ایک پادری کا اس بادشاہ پر بڑا اثر ہوا۔ اس نے پیدائش کی کہانی جیسا کہ انجیل میں مذکور ہے۔ بیان کی اور حشر و نشر کے متعلق بتلایا کہ نیک جنت میں داخل ہونگے۔ اور بد دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ اور بادشاہ کو یہ بھی کہا کہ اگر وہ بپتسمہ لیگا۔ تو جنّت کا وارث بنے گا۔ وادیمیر نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ ایسے اہم معاملے کے فیصلہ کی ذمہ واری اپنے ہی سر پر لے۔ اس نے اپنے مدبّرین کو بلا کر معاملہ پیش کیا۔ انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ مختلف ممالک میں دانا لوگ اس بات کی تحقیق کے لئے بھیجے جائیں کہ کونسی قوم سب سے اچھے طریق پر خدا کی عزّت کرتی ہے۔ بادشاہ نے اس مشورے پر عمل کیا اور دس آدمیوں کا وفد مسلمانوں جرمن رومن کیتھولک اور گریک چرچ کے طریق عبادت دیکھنے کے لئے بھیجا اور انہیں اپنے معلومات اور تحقیقات

کے نتائج کی اطلاع دینے کا حکم دیا۔ اس وفد پر نماز اور مساجد کی سادگی کا بالکل اثر نہ ہوا۔ ایسا ہی جرمن رومن کیتھولک فرقہ کے طریق عبادت کا کچھ اثر انپر نہ ہوا۔ مگر یونانی عیسائی فرقہ کی ان سب نے تعریف کی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ جب وہ قسطنطنیہ پہنچے۔ تو وہاں کے بادشاہ نے ان کو سینٹ صوفیا کے گرجے میں لیجانے کا حکم دیا تاکہ وہ خدا کے جلال کا نظارہ دیکھیں وہ اُس وقت وہاں پہنچے۔ جب بشپ اپنا لمبا جبہ پہنے نماز ادا کر رہا تھا وحشی رُوسیوں کو عمارت کی عظمت پادری کے شاندار لباس دھونی کی خوشبو وغیرہ نے مرعوب و محو حیرت کر دیا۔ کیف پہنچکر انہوں نے اپنے بادشاہ کو یونانی فرقہ عیسائیت کو اختیار کرنے کی بہت تاکید کی۔ بادشاہ نے پھر اپنے مشیروں سے مشورہ کیا۔ سب نے اتفاق ظاہر کیا اور وادیمیر نے ۹۸۸ء میں عیسائیت قبول کر لی بپتسمہ لینے کے بعد بتوں کو تباہ کرا دیا۔ اور ایک فرمان جاری کیا کہ تمام رعایا اس مذہب کو اختیار کرے۔ جو اس نے خود کیا ہے۔ اس طرح عیسائیت سلطنت رُوس کا مذہب ہو گیا۔

اب میں ان واقعات کو مختصراً بیان کرونگا۔ جن کے باعث آخر کار رُوس میں اسلام پھیلا۔ پہلا نظارہ ایسا ہیبت ناک ہے۔ کہ میں اسے پیش کر کے آپ کو تکلیف دینا پسند نہ کرتا۔ مگر اس کے چھوڑنے سے مضمون ادھورا رہیگا۔ میں آپ کو یہ بتلانا چاہتا ہوں۔ کہ اسلام کو دنیا میں مستحکم و قائم ہونے سے قبل کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ تاکہ اس قسم کی تباہی اور مصیبت کا زمانہ دیکھ کر ہم مایوس نہ ہونے پائیں۔ ڈاکٹر آرنلڈ اسلامی ممالک کو تاتاریوں کے تاراج کرنے کا اثر یوں بیان کرتے ہیں۔

"اسلامی تاریخ میں ایک بھی ایسا ہیبت ناک اور تباہ کن واقعہ نہیں پایا جاتا۔ جس کا تاتاریوں کی لوٹ کھسوٹ سے مقابلہ کیا جا سکے۔ یہ لوگ ایک

سیلاب عظیم کی طرح اسلامی علوم و تہذیب کے مرکزوں پر ٹوٹ پڑے۔ جہاں پہلے شاندار شہروں کے محلات باغات اور لہلاتے کھیتوں سے بکھرے ہوئے دکھائی دیتے تھے اب وہاں تاتاریوں کے گذرنے کے بعد سوائے میدانوں اور کھنڈرات کے کچھ نظر نہ آتا تھا۔ جب تاتاری افواج نے ہرات سے کوچ کیا تو صرف چالیس مصیبت زدہ آدمی جو ایک لاکھ سے زیادہ کی آبادی میں سے چھپکر بچ رہے تھے۔ اپنے چھپنے کی جگہوں سے باہر نکلے۔ اور اپنے خوبصورت شہر کے مہیب کھنڈرات کو دیکھ کر ان کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ بخارا میں جو صلاح اور عالم لوگوں کے لئے مشہور تھا۔ تاتاریوں نے گھوڑوں کو مساجد میں باندھا۔ اور قرآنوں کو پھاڑ کر نیچے بچھایا۔ جو لوگ قتل ہونے سے بچ رہے انہیں قید کرکے ساتھ لے گئے۔ اور شہر کو خاک سیاہ کر دیا۔ یہی حشر سمرقند بلخ اور وسط ایشیا کے کئی ایک اور شہروں کا ہوا جو علوم اور اسلامی تہذیب کے مرکز اور بزرگ لوگوں کے مسکن تھے۔ بغداد بھی جو صدیوں سے بنو عباس کا دار الخلافہ تھا۔ اس تباہی سے نہ بچ سکا ٭

بیشک ایک مسلمان مورخ ایسے ہیبتناک واقعات کو بیان کرتے ہوئے کانپ جائیگا۔ ابن الاثیر۔ تاتاریوں کی اسلامی ممالک میں لوٹ کھسوٹ کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں کئی سال تک ان واقعات کو انکی ہیبت اور ان سے اپنی نفرت کے باعث بیان کرنے سے پہلو تہی کرتا رہا۔ اب بھی یہ کام مجھے پسند نہیں۔ کیونکہ ایسا کوئی شخص نہ ہوگا جو اسلام اور مسلمانوں کی بربادی کا دُکھڑا رونا معمولی بات خیال کرے یا اُسے اس دردناک کہانی کا بیان کرنا آسان معلوم ہو۔ کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی۔ کاش کہ میں اس سے قبل ہی مر کر نسیاً منسیاً ہو جاتا۔ میرے بہت سے دوستوں نے مجھے بہت مجبور کیا۔ پھر بھی میرا کوئی ارادہ نہ تھا۔ مگر آخر میں نے دیکھا کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ پس اس طرح

میں نے اس کام کو شروع کیا۔ مجھے ایسے خوفناک واقعات اور ایسے حیرتناک مصائب کا حال بیان کرنا ہے جو نہ کبھی دن کو پیش آئے اور نہ رات کو۔ یہ مصائب ساری دنیا پر آئے۔ مگر مسلمانوں پر سب سے زیادہ۔ یہ کہنا کہ جب سے خدا نے آدم کو پیدا کیا دنیا میں ایسے واقعات کبھی نہیں ہوئے بالکل بجا اور درست ہے۔ کیونکہ تاریخ عالم میں کوئی ایسے واقعات نہیں ملتے۔ جن کا ان سے مقابلہ کیا جاسکے۔ تاریخ میں سب سے بڑی مصیبت بخت نصر کا بنو اسرائیل کو قتل کرنے اور معبد کو گرانے کا واقعہ ہے۔ مگر یروشلیم کو ان ممالک سے کیا نسبت ہے۔ جن کو ان لوگوں نے ویران کیا۔ اور جن کا ایک ایک شہر یروشلیم سے کہیں بڑا تھا۔ اور بنو اسرائیل کا ان لوگوں سے کیا مقابلہ جو ان تاتاریوں نے تہ تیغ کیئے۔ کیونکہ جو شہر انہوں نے غارت کیئے۔ ان میں سے ایک شہر کے باشندے سارے بنو اسرائیل سے تعداد میں زیادہ تھے۔ خدا کرے کہ دنیا کو پھر ایسے مصائب نہ آئیں۔ مگر بربادی کے بعد اسلام نے پھر زندہ ہونا تھا۔ اور مبلّغین اسلام نے انہی وحشی غارتگروں کو حلقہ بگوش اسلام بنانا تھا۔ بدھ مذہب عیسائیت اور اسلام کی ان خونخوار فاتحین کو جنہوں نے ان عالمگیر مذاہب کے پیروان کو پاؤں تلے روند دیا تھا۔ اپنے مذہب میں داخل کرنے کی ایک دوسرے کے بالمقابل کوشش دنیا میں ایک بے نظیر واقعہ ہے۔"

چنگیز خاں کے مرنیکے بعد اس کی سلطنت اس کے بیٹوں میں چار حصوں پر تقسیم ہوگئی۔ سلطنت کا مغربی حصّہ اس کے پوتے باتو خاں کو ملا۔ جو سنہری فوج کا خان تھا۔ تاتاری قوم کے اس حصّے کا بڑا مسکن وہ سرسبز میدان تھے جو دریائے والگا سے سیراب ہوتے ہیں۔ جس کے کنارے انہوں نے اپنا دارالخلافہ سرائے آباد کیا۔ اس طرح سنہری فوج کے خانوں نے وسط روس میں اپنی سلطنت کو مستحکم کیا۔ اور روسی شاہزادوں سے خراج لیتے رہے۔ سنہ ۱۲۵۶ء سے سنہ ۱۲۶۷ء تک ان قبائل کا

حاکم براکا خاں تھا جو تاتاری شاہزادوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوا۔ سنہری فوج کے اکثر شاہزادوں اور سربرآوردہ لوگوں نے آہستہ آہستہ اُس کی پیروی شروع کی۔ مگر ان لوگوں کا اختیارِ اسلام بغیر سخت اور مسلسل مخالفت کے نہ ہونے پایا۔ کئی قبائل نے اسلام کے پھیلنے کو ناپسند کیا۔ اور بعض اوقات انکی مخالفت خان کے خلاف بغاوت کا رنگ اختیار کر لیتی تھی۔ مگر براکا خاں ایک زبردست اور جوانمرد حاکم تھا۔ آخر کار اس نے تمام مخالفت کو دبا دیا چونکہ براکا خاں کے تعلّقات ہلاکو خاں خانِ ایران سے کشیدہ تھے۔ اس لئے اس نے رکن الدین بیبرس سلطان مصر سے ایک معاہدہ کیا۔ اور اس طرح اسلامی ممالک سے تعلّقات کے باعث جو اس معاہدہ کا نتیجہ تھے سنہری فوج کے تاتاریوں میں اسلام کی اشاعت بہت آسان ہو گئی ؂

الجزانی اس زمانے کا مورخ براکا خاں کے کمپ کا یوں نقشہ کھینچتا ہے:۔

"اس کی تمام فوج میں یہ قاعدہ ہے۔ کہ ہر سوار کے پاس ایک مصلّی ہوتا ہے تاکہ جب وقت نماز ہو وہ اپنی نماز ادا کر سکے۔ تمام فوج میں ایک بھی ایسا شخص نہیں ملتا جو کسی قسم کا نشہ استعمال کرتا ہو۔ بڑے بڑے علماء جن میں مفسر محدّث قاضی وغیرہ ہوتے ہیں اس کی مجلس میں رہتے ہیں۔ اس کے پاس بہت سی مذہبی کتب ہیں۔ اور اس کی ملاقات اور مباحثات اکثر علماء سے ہوتے ہیں اور اس کے دربار میں ہمیشہ مسائل فقہ پر بحث ہوتی رہتی ہے۔ اور وہ بہت پکّا مسلمان ہے۔ اور اپنے مذہب میں جوشیلا"

مگر براکا خاں نے رُوسیوں میں اسلام پھیلانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اس کی بظاہر وجہ یہ معلوم ہوتی ہے۔ کہ اس کی زندگی میں اس کے اپنے قبائل میں بھی پوری طرح اسلام نہ پھیلا تھا۔ قریباً نصف صدی بعد ازبک خاں کے عہد میں جو ۱۳۱۳ء سے ۱۳۴۰ء تک سنہری فوج کا خان رہا۔ اسلام وسطی رُوس کے

میدانوں میں خوب پھیل گیا۔ ازبک خاں پکّا مسلمان تھا اور اشاعت اسلام کا اُسے بڑا جوش تھا۔ اور اسے اپنے لوگوں کی شدید مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مگر اس نے تمام رکاوٹوں کو دُور کر دیا۔ اور بہت سے مسلمان بنانے میں کامیاب ہوا۔ یہ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ وسط ایشیا کے ازبک اسی کی طرف منسوب ہیں اور غالباً اسی کے عہد میں مشرف باسلام ہوئے۔ اُس کی بڑی آرزو تمام رُوس میں اسلام پھیلانے کی تھی۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ کہ روسیوں میں سے وہ بہت سے مسلمان نہ بنا سکا۔ مگر ازبک خاں اپنے مذہب کی اشاعت کے جوش کے باوجود غیر مذاہب والوں سے تعصّب نہ رکھتا تھا۔ اس کے عہد میں ہر فرقے اور مذاہب کو پوری پوری آزادی حاصل تھی۔ روسیوں کو جو قریباً تین صدیوں سے عیسائی تھے۔ اظہار و پابندی مذہب کے علاوہ تبلیغ کرنے کی بھی اجازت تھی۔ ڈاکٹر آرنلڈ کہتے ہیں:۔ "اسلامی بے تعصبی کے بہت ہی قابل ذکر ملفوظات میں سے ایک ازبک خان کا وہ فرمان ہے جو اس نے اُسقف پیٹر کو ۱۳۱۳ء میں عطا کیا۔ اس کا مضمون یہ ہے: فرمان ازبک بنام جمیع شاہزادگان ادنیٰ و اعلیٰ وغیرہم۔ کوئی شخص بڑے گرجے کی جسکا اُسقف پیٹر ہے یا اس کے خدام یا دیگر آدمیوں کی توہین نہ کرنے پائے۔ کوئی شخص انکی مال و متاع یا آدمیوں پر قبضہ نہ کرنے پائے۔ کوئی گرجے کے معاملات میں دخل نہ دینے پائے۔ کیونکہ وہ مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو کوئی دخل دیگا۔ اور ہماری نافرمانی کریگا۔ خدا کے حضور مجرم ٹھیریگا۔ اُس پر خدا کا قہر نازل ہوگا اور ہم اُسے سزائے موت دینگے۔ اُسقف کو امن و آرام سے زندگی بسر کرنے دیجائے اور اُسے یا اُس کے قائم مقام کو عدل و انصاف سے اپنے تمام امور مذہبی کا فیصلہ اور انتظام کرنے دیا جائے۔ ہم بصدق دل اعلان کرتے ہیں کہ ہم یا ہماری اولاد یا ہماری سلطنت کے شاہزادگان یا ہمارے صوبجات کے

حاکم کسی طرح بھی گرجے کے معاملات یا ان کے شہروں ضلعوں۔ گاؤں۔ شکارگاہوں مچھلی پکڑنے کے مقاموں۔ زمینوں۔ چراہگاہوں۔ جنگلوں۔ قصبوں یا ایسے مقاموں میں جو انکی زیرحفاظت ہوں یا انکے انگور کے باغوں چکیوں۔ ان کے مواشی کے سرما کے طویلوں وغیرہ میں یا گرجے کے کسی قسم کے مال و متاع میں دخل نہ دینگے۔ اُسقف کا دل ہمیشہ مطمئن اور بے خوف رہے اور وہ خدا کے حضور خلوصِ دل سے ہمارے اور ہمارے بچوں کے لئے اور ہماری قوم کے لئے دعا کرتا رہے۔ جو کوئی بھی کسی مقدّس چیز میں دست اندازی کریگا مجرم قرار دیا جائیگا۔ اُس پر قہر خدا نازل ہوگا۔ اور اسے سزائے موت دیجائیگی تاکہ اس کے انجام سے دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ جب خراج یا کوئی اور محصول یا ٹکس وغیرہ لگایا جائے۔ یا جب ہمیں اپنی رعایا میں سے فوج بھرتی کرنے کی خواہش ہو۔ تو ان گرجوں سے جو اُسقف کے ماتحت ہوں یا اس کے کسی پادری سے کوئی مطالبہ نہ کیا جائے۔ اگر کچھ کسی پادری سے حاصل کیا جائیگا تو اس سے دگنا معاوضہ دیا جائیگا۔ ان کے قوانین ان کے گرجوں خانکاہوں کلیساؤں کا ادب کیا جائیگا۔ جو بھی اس مذہب کی توہین کرے گا۔ کسی طرح بھی معاف نہ کیا جائیگا۔ بلکہ اُسے سزا دیجائیگی۔ پادریوں کے بھائیوں بیٹوں وغیرہ کو جو ان کے ساتھ ہی بود و باش رکھتے ہوں یہی حقوق اور مراعات حاصل ہونگی"۔ (منقولہ کراسن جلد ۴ صفحات ۳۹۱ تا ۳۹۴) یہی مصنف آگے بیان کرتا ہے "یہ محض الفاظ ہی نہ تھے بلکہ موعودہ بے تعصّبی پر فی الحقیقت عمل کیا گیا جیسا کہ پوپ جان بائیسویں کے اس خط سے ظاہر ہے جو اس نے خان کو ۱۳۱۸ء میں لکھا اور اس میں اس مسلمان شاہزادے کے اپنی عیسائی رعایا کو مراعات دینے اور مہربانی سے سلوک کرنیکا شکریہ ادا کیا۔" یہ قابل ذکر امر ہے۔ کہ جب قریباً اڑھائی سو سال بعد گردش ایام سے

تاتاری خانوں کے ہاتھ سے سلطنت نکلکر روسیوں کے ہاتھ میں چلی گئی تو تصویر کا دوسرا رُخ نظر آتا ہے۔ تاتاریوں کو عیسائی بنانے کے لئے حکومت نے سرکاری طور پر ہر قسم کی ایذا دینے کے ذرائع اختیار کیئے۔ مگر ایذا رسانی کی ہر تازہ کوشش حکومت کی بڑی آرزو اور غایت۔ "ایک زار ایک رُوس اور ایک مذہب" پر پانی پھیرتی رہی۔ تاتاری اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہے اور جو مصائب کو برداشت نہ کرکے بپتسمہ لیکر چھٹکارا پاتے ہمیشہ جب کبھی انہیں موقع ملتا اس جوئے کو جو انکی گردن میں جبراً ڈالا جاتا پھینک دیتے اور اپنے پہلے عقائد کو پھر اختیار کر لیتے۔ یہ جنگ قریباً ساڑھے تین ۳۵۰ سو سال جاری رہی۔ اب میں اس جنگ کی تاریخ اور نتائج مختصر طور پر بیان کرونگا۔

ازبک خاں کی وفات کے بعد قریباً دو سو سال تک تاتاری عروج پر رہے۔ مگر اسکے جانشینوں میں اشاعت اسلام کا اتنا جوش نہ تھا اس لئے رُوس میں اسلام کی رفتارِ ترقی بہت دھیمی رہی۔ روسیوں کے اسلام میں کم داخل ہونیکی وجہ ایک یہ بھی تھی کہ انہیں شراب کی بہت سخت عادت تھی۔ اور ایسے مذہب کو جس میں شراب بالکل ہی ممنوع ہے قبول کرنا ان کے واسطے سخت مشکل تھا۔ مگر مسلمانوں کے اعلیٰ اخلاق کا اثر ہو کر رہا۔ اور اگرچہ بہت کم تبلیغ ہوتی تھی۔ مگر پھر بھی ان رُوسیوں میں جو مسلمانوں کے ساتھ یا نزدیک رہتے تھے آہستہ آہستہ اسلام کا اثر پہنچتا رہا۔ اس طرح کئی رُوسی قومیں سولھویں صدی کے نصف تک جب سلطنت کازان فتح ہو کر روسیوں کے ہاتھ میں آئی اسلام میں داخل ہو چکی تھیں۔ اسوقت سے عیسائیت کی فوقیت کے لئے جنگ جس کا میں ذکر کر چکا ہوں اور جو ابتک مسلسل طور پر جاری ہے شروع ہوئی۔ یہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تاتاری مسلمانوں کو

عیسائی بنانے کی کوشش محض تبلیغی تحریک نہ تھی بلکہ گورنمنٹ بعض اوقات
خفیہ اور اکثر علانیہ اس تحریک کا ساتھ دیتی رہی اور کلیسیا کے حصول مقصد
میں ممد و معاون رہی۔ پولیس اور دیگر حکام کو پادریوں کے ساتھ ملکر کام
کرنے اور ہر قسم کی مدد دینے کی ہدایت تھی۔ کیونکہ گورنمنٹ کی یہ غرض تھی
کہ تمام روس میں یونانی فرقہ عیسائیت کا مذہب پھیلا دیا جائے۔
جو ذرائع اس غرض کو پورا کرنے کے لئے اختیار کیئے گئے وہ نہایت
وحشیانہ تھے۔ یہ دیکھکر کہ تاتاری اپنے مذہب پر مضبوطی سے قائم ہیں پہلے
پہل ان روسی اقوام کے لئے کوشش کی گئی۔ جنہوں نے نئے نئے عیسائیت
ترک کر کے اسلام قبول کیا تھا۔ دھمکیاں۔ ایذا رسانی اس کے ساتھ عیسائیت
قبول کرنے پر انعامات اور تمام جرمانوں اور ٹیکسوں سے معافی کے وعدے
بہت سے نو مسلموں کو ورغلانے میں کامیاب ہوئے۔ مگر باوجودیکہ قبولیت
اسلام کی سزا سخت دیجاتی تھی۔ یعنی شہری حقوق کا چھن جانا اور دس سال
تک کی بامشقت قید کا جھیلنا۔ یہ لوگ عموماً پھر بھی دوبارہ اسلام قبول
کر لیتے اور اپنے ارتداد کے زمانے میں بھی تمام اسلامی عبادات کے
پابند رہتے۔ گویا کہ عیسائی صرف نام کے ہوتے۔ حتّٰی کہ یہ اقرار کیا گیا کہ "نئے
عیسائی بہت ہی خطرناک تاتاری رسوم کی بیباکانہ طور سے پابندی کرتے ہیں
اور وہ عیسائی عقائد نہ تو رکھتے ہیں اور نہ جانتے ہیں" اس پر بھی پادریوں
اور گورنمنٹ کے تبلیغی جوش میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ بلکہ گورنمنٹ نے اپنے
حکام کو یہ ہدایت کی کہ "وہ جنہوں نے بپتسمہ لیا ہے مگر اسقف کی ہدایات
پر کاربند نہیں ہوتے۔ روکے جاویں قید کیئے جائیں زنجیروں میں جکڑے
جائیں اور اس طرح انہیں تاتاری مذہب بھلا دیا جائے اور اس پر کاربند
ہونے سے دھمکایا جائے"

نئے بپتسمہ یافتوں کو انکے اختیار کردہ مذہب میں قائم رکھنے کے لئے اور تاتاریوں میں عیسائیت کو پھیلانے کے لئے گورنمنٹ نے یہ اعلان شائع کیا کہ عیسائی اور مسلمان ایک گاؤں میں نہ رہیں اور اگر کسی گاؤں کے چار گھرانے عیسائیت اختیار کریں تو دوسرے باشندے یا تو عیسائیت قبول کریں یا اس گاؤں کو چھوڑ دیں۔ اس طرح مسلمانوں کے ہزاروں خاندان بے خانمان کر دیئے گئے اور جو اپنے گھروں کو نہ چھوڑ سکتے تھے یا چھوڑنا نہ چاہتے تھے وہ شاہزادہ امن کے مذہب میں داخل ہونے کے لئے سختی سے مجبور کیئے گئے۔ جو انکار کرتے ان سے سخت وحشیانہ برتاؤ کیا جاتا اور بسا اوقات انہیں اپنے مذہب پر قائم رہنے کی خاطر جان دینی پڑتی؛

خانِ کازان کی حکومت کے شمالی علاقوں میں مسلمانوں نے ان سختیوں کا ایسا سخت اور جوانمردانہ مقابلہ کیا کہ گورنمنٹ زیادہ سخت ذرائع اختیار کرنے پر مجبور ہوئی۔ اور یہ اعلان کیا گیا کہ ان علاقوں میں مساجد بہت خستہ حالت میں ہیں اُن کے آس پاس رہنے والوں کے لئے سخت خطرے کا موجب ہیں۔ اور اس ہمدردیٔ مخلوق کے خیال کو تمام مساجد کو جبراً گروا دینے کا بہانہ بنایا گیا۔ اگر کسی گاؤں والے تعمیل حکم کے لئے مساجد گرا دیتے تو اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا۔ کہ انہوں نے اسلام کو ترک کر دیا اور عیسائیت کو قبول کر لیا۔ اگر وہ تعمیل حکم سے باز رہتے تو گورنمنٹ خود مساجد گرا دیتی اور پھر اگر لوگ گورنمنٹ کے اس عمل پر چوں چرا نہ کرتے تو ان کی خاموشی سے مراد ان کی رضامندی لیجاتی اور نتیجہ وہی ہوتا یعنی عیسائیت کا منوانا۔ اگر گرانے کی عملاً مخالفت اور مقابلہ کیا جاتا تو انکو دبانے اور مخالفت کے مٹانے کے لئے نئے نئے طریق ایذا رسانی کے عمل میں لائے جاتے تکلیف دینے اور ہلاک کرنیکے طریق اختراع کرنے میں کوئی کمی نہیں کیگئی خواہ وہ رحم اور

انسانیت سے کتنے ہی بعید کیوں نہ ہوں۔ نئی مساجد تعمیر کرنے پر سخت سزا دیجاتی۔ اور مسلمان عیسائیوں کے ساتھ کسی قسم کے تعلّقات معاشرتی یا تجارتی رکھنے سے روک دیئے گئے۔ جب کسی گرجے کے گرد و نواح میں یا عیسائیوں کے کسی میلہ گاہ یا ایسے مقام میں جہاں کوئی عیسائی رسوم ادا کیجاتی کوئی مسلمان پایا جاتا تو وہ جبرًا عیسائیت میں داخل کر لیا جاتا ؎

مَیں پہلے بتلا چکا ہوں۔ کہ جب کوئی مسلمان مذہب عیسائیت خواہ اپنی مرضی سے یا جبر سے قبول کر لیتا تو یہ اس کے لئے ناممکن تھا کہ اسلام کی طرف پھر رجوع کرے کیونکہ عیسائیت ترک کر کے اسلام قبول کرنا منع تھا اور سخت سزا دیجاتی تھی۔ قبولیّت اسلام کی سزا کا ایک حصّہ شہری حقوق کا چھن جانا تھا۔ یہ امر بظاہر بے ضرر معلوم ہوتا ہے۔ مگر جو نتائج پیدا ہوتے وہ فی الواقعہ بہت خطرناک تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہر اسلام قبول کرنیوالے کا مال و متاع ہر ایک جو اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیئے اپنے تصرف میں لا سکتا تھا۔ نومسلم اپنے مال و جان پر کسی قسم کی دست اندازی کے متعلق قانونی چارہ جوئی نہ کر سکتا تھا۔ رُوسی عدالتوں میں اسکی کوئی شنوائی نہ تھی گویا کہ اس کے لئے رُوس میں عدل و انصاف موجود ہی نہ تھا۔ اگر لوگ اس کا قرض ادا کرنے سے انکار کر دیتے اگر اس کا مال چھین لیا جاتا اگر اس کی جائداد پر بزور قبضہ کر لیا جاتا اگر اس پر قاتلانہ حملہ کیا جاتا تو عدالتہائے رُوس میں نہ وہ ان مصائب سے رہائی پانیکی درخواست کر سکتا اور نہ اُسے نقصان کا کوئی معاوضہ دلوایا جاتا۔ اسی پر بس نہیں۔ بلکہ اسے قید با مشقت بھی جو دس سال تک دیجا سکتی تھی جھیلنی پڑتی اور ساتھ ہی اُسے قانونی حفاظت سے خارج ہونیکا حکم سُنایا جاتا۔

اس امر کا بیان کرنا بیجا نہ ہوگا کہ یورپ کے سب سے زیادہ مہذب ملک

میں بھی ترک عیسائیت کی ایسی ہی سزائیں مقرر ہیں۔ انگلستان میں ایک قانون ہے کہ اگر کوئی شخص جس نے مذہب عیسائی کی تعلیم حاصل کی ہو یا اس مذہب کو قبول کیا ہو تقریر تحریر وغیرہ کے ذریعے یہ ظاہر کرے کہ ایک سے زیادہ خدا ہیں یا مذہب عیسائی یا کتب مقدسہ کا انکار کرے تو اسے اس ارتکاب جرم کے پہلے مرتبہ پر کسی قسم کے منصب یا عہدے پر فائز ہونیکا حق نہ رہیگا۔ اور دوبارہ ارتکاب پر ہمیشہ کے لئے کوئی قانونی چارہ جوئی یا عہدہ وغیرہ حاصل کرنیکا حق نہ رہیگا۔ اور علاوہ اس کے تین سال کی اسے قید بھی ہوگی۔ اگرچہ ان اور اس قسم کے اور قوانین پر مدت سے عمل ترک کر دیا گیا ہے۔ مگر یہ تاحال کتب تعزیرات کا باقاعدہ حصہ ہیں۔ اور ملک کے قانون میں داخل ہیں۔ لیکن رُوس میں یہ سزائیں حقیقتاً ۱۹۰۵ء تک جاری رہیں۔ جبکہ فرمان بے تعصبی کا اعلان کیا گیا ۔

ان ایذارسانیوں کا سلسلہ اٹھارھویں صدی کے نصف کے بعد بھی جاری رہا۔ مگر جب کیتھرائن ثانیہ تخت نشین ہوئی۔ تو رُوس میں اسلامی مذہبی زندگی کے اندر ایک نئی روح پیدا ہوئی۔ اور اسلام ترک کرکے عیسائیت قبول کرنیکی لہر کا رُخ بالکل ہی بدل گیا۔ اور مسلمانوں نے بڑے زور سے تبلیغ شروع کی۔ اور باوجود سرکاری اور پادریوں کی مخالفت اور ایذارسانی کے گاؤں کے گاؤں اسلام میں داخل ہوئے۔ اس سے لازمی طور پر گورنمنٹ کو اور مسیحی تبلیغی انجمنوں کو خطرہ پیدا ہوا اور انہوں نے ہر پہلو سے اپنی کوششوں کو وسیع کر دیا۔ مگر کوئی نمایاں نتیجہ نہ نکلا ۔

۱۷۶۷ء میں رُوس کی ٹرکی سے کریمیا میں جنگ چھڑ گئی۔ اور کیتھرائن کو خوف پیدا ہوا۔ کہ اگر وہ مسلمانوں کو اذیت دینا بند نہ کریگی تو ممکن ہے اس سے ملک میں بدامنی پھیل جائے جس کا نتیجہ شاید یہ ہو کہ رُوسی افواج

میدان جنگ میں وبال آجائے۔ اس خطرہ کو دور کرنے کے لئے اور اپنی مسلمان رعایا سے جنگ میں مدد اور اعانت لینے کے واسطے اس نے نہ صرف ان ایذا رسائیوں کو بند کر دیا بلکہ مسلمانوں کو بہت سی مراعات بھی عطا کیں۔ اور ان تبلیغی انجمنوں کو جو مسلمانوں میں عیسائیت پھیلانے کے لئے قائم تھیں بند کر دیا۔ مسلمانوں کو اپنے پرانے مدارس اور مساجد کھولنے اور نئے بنانے کی اجازت دی۔ اس غرض کے واسطے مسلمانوں کی روپے اور زمین سے مدد کی گئی۔ اسلامی مدارس کا کھولنا انکا انتظام اور مسلمانوں کی تعلیم کی عام نظارت ایک محکمے کے سپرد کی گئی۔ اس محکمے کا پریذیڈنٹ ایک مسلمان عالم ہوتا۔ مگر عام انتظام گورنمنٹ کے ماتحت رہا۔ پہلا پریذیڈنٹ کیتھرائن نے خود مقرر کیا۔ اس نے اپنے ذاتی خرچ سے بخارا میں ایک مدرسہ تعمیر کرایا۔ اور جب عمارت ختم ہوئی۔ تو اپنا ایک قائم مقام اس کے افتتاح کے لئے وہاں بھیجا۔ ان تجاویز سے وہ مسلمانوں میں بہت ہر دلعزیز ہو گئی۔ اور اب تک مسلمان اس کا نام عزت سے یاد کرتے ہیں لیکن یہ رعایات بے تعصبی کا نتیجہ نہ تھیں۔ بلکہ سیاسی ضرورت ان کی محرک ہوئی اور گورنمنٹ کی پالیسی میں دراصل کوئی تبدیلی نہ ہوئی تھی۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۷۷۸ء میں یعنی جنگ ٹرکی کے اختتام سے صرف چار سال بعد کیتھرائن نے یہ حکم جاری کیا کہ تمام اسلام ترک کر کے عیسائیت قبول کرنے والے اس امر کے ایک تحریری معاہدے پر دستخط کریں کہ وہ کفر کی غلط راہوں کو بکلی ترک کرتے ہیں اور کفار (مسلمانوں) سے تمام تعلقات قطع کرینگے اور مسیحی مذہب اور عقائد پر مضبوطی اور صدق دل سے قائم رہینگے ؏

مسلمانوں کو شدید ایذا رسانی سے تھوڑی مدت تک آرام ملا اور قریباً ایک صدی انہیں کچھ مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ۱۸۸۱ء میں الیگزنڈر ثانی کے قتل کے بعد پھر رخ بدل گیا اور اسلام کو رُوس خاص سے بالکل نابود کرنیکی

تجاویز عمل میں لائی گئیں۔ کیونکہ قطع نظر مذہبی امور کے یہ خیال کیا گیا۔ کہ سیاسی طور پر بھی اتنی بڑی تعداد میں مسلمانوں کی موجودگی ایک ایسی سلطنت کے عین مرکز میں جو اسلام اور تاتاریوں کے خلاف صلیب اور سلاو اقوام کی سخت مؤید ہے۔ سخت خطرناک ہے۔ الیگزنڈر ثالث اور اس کے جانشینوں کے عہد میں روسی سلطنت کی سیاسی اور مذہبی پالیسی کا خلاصہ یہ تھا "ایک زار ایک روس ایک مذہب" اسکو عملی جامہ پہنانے کے لئے بڑے شدومد سے کوشش کی گئی اور جو تجاویز اس مقصد کے حصول کے لئے کی گئیں وہ مذہب کی نسبت سیاسی رنگ زیادہ رکھتی تھیں۔ مگر ان کے طریق اور اثر میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا۔ مسلمانوں کو عیسائیت منوانے کے لئے کھلے طور پر ایذا نہ دیجاتی بلکہ قوانین کی خلاف ورزی کی جو سزا کسی مسلمان کو دیجاتی اس کے ذریعہ سے ایسے رنگ میں ایذا پہنچائی جاتی کہ بظاہر وہ مذہبی تعصب کا نتیجہ معلوم نہ ہوتی ٭

Digitized by Khilafat Library

یہ بات گورنمنٹ کے پیش کی گئی کہ مسلمان اپنی زبان کتب رسم و رواج وغیرہ کے ایسے سختی سے پابند ہیں۔ اور ہر ایک روسی چیز کے ایسے سخت مخالف ہیں۔ کہ جب تک ان کی یہ علیحدگی رہیگی۔ ان میں سے سچے عیسائی بنانے کی کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ اس بات کا اقرار کیا گیا۔ کہ باوجود ان تمام کوششوں اور اخراجات کے جو گورنمنٹ اور تبلیغی انجمنوں نے اٹھائے نہ صرف وہ مسلمان جو عیسائی مذہب میں داخل کئے گئے ہیں موقع پاکر اس مذہب کو خیرباد کہہ دیتے ہیں۔ بلکہ وہ بت پرست بھی جنہوں نے بپتسمہ لیا ہے انکی پیروی کرتے ہیں گویا کہ ان کا مسیحی مذہب کو قبول کرنا اسلام میں داخل ہونے کے لئے دروازے کا کام دیتا ہے" ڈاکٹر آرنلڈ لکھتے ہیں "سرکاری کاغذات میں تو وہ عیسائی درج ہوتے۔ مگر جب ان کو عیسائی بنانے کی کوشش کی جاتی تو وہ بڑی ہمت

سے مقابلہ کرتے" ایک نیم سرکاری آرٹیکل میں جو ۱۸۷۲ء میں شائع ہوا درج ہے۔ "یہ امر قابل توجہ ہے کہ جو تجاویز نئے عیسائیوں کو مذہب قائم رکھنے کے لئے عمل میں لائی گئیں۔ اُن کے شروع ہونیکے ساتھ ہی مسلسل طور پر بہت لوگ کُھلم کُھلا مرتد ہو گئے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور کوئی ایسا سبب ساتھ ہی ساتھ کام کر رہا تھا۔ کہ جو عین وقت پر امید کے خلاف مرتدین پیدا کرنے کا باعث ہوا" معلوم ہوتا ہے تاتاری ہمیشہ دل سے مسلمان رہے اور جب ان کی رسمی قبولیتِ مسیحیت کو حقیقت بنانے کے لئے تجاویز عمل میں لائی جاتیں۔ تو وہ مقابلہ کرنے کو کھڑے ہو جاتے ❖

اُنیسویں صدی کے آخری حصّہ میں گورنمنٹ نے اپنی مسلمان رعایا کو روسی زبان جبراً سکھلانے کی تجویز کی اس امید سے کہ وہ عیسائی آبادی میں خلط ملط ہو جائینگے۔ ایک انسان کو خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ گذشتہ تجربہ نے گورنمنٹ پر اس قسم کی امید کی بیہودگی بالکل عیاں کر دی ہوگی۔ اور ظاہر کر دیا ہوگا۔ کہ روسی زبان کا سیکھنا مسلمانوں کی تبلیغی کوششوں کو اور بھی وسیع کر دیگا۔ مگر معلوم ہوتا ہے۔ حکومتیں خاصکر خود مختار حکومتیں دیر سے سمجھتی ہیں۔ تاتاریوں کو روسی رنگ میں رنگین کرنے کی تجاویز پر بحث کرنے اور انکو مرتب کرنے میں دس سال لگ گئے۔ بعض اوقات بعض اضلاع میں تجربۃً تجاویز عمل میں لائی گئیں۔ مگر ان سے مخالفت کا ایسا طوفان برپا ہوا۔ کہ گورنمنٹ انکو منسوخ کرنے پر مجبور ہو گئی۔ مثلاً گورنر کازان نے یہ حکم جاری کیا کہ ہر گاؤں میں ایک گرجا اور ایک گھنٹہ گھر تعمیر کیا جائے۔ اور خرچ گاؤں والوں کا ہو۔ اس حکم میں عیسائی اور مسلمانوں میں کوئی فرق نہ کیا گیا مسلمانوں نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی۔ گورنر نے صوبہ کے سر برآوردہ مسلمانوں کو بظاہر تو اس غرض کے لئے طلب کیا کہ اس تجویز کی تشریح کر دے

اور ان کو یقین دلائے کہ یہ صرف عیسائیوں پر عائد ہوتی ہے۔ مگر جب وہ کازان پہنچے تو موسم سرما کی شدت تھی۔ اور ان کو برف پر گھٹنوں کے بل بیٹھنے کا حکم دیا گیا اور سپاہیوں نے ان کو بیدردی سے زدوکوب کیا۔ اس بے رحمانہ واقعہ سے ایسا خطرہ اور جوش پھیل گیا۔ کہ گورنمنٹ اس گورنر کو معزول کرنے اور گرجوں اور گھنٹہ گھروں کے تعمیر کرنیکے حکم کو منسوخ کرنے پر مجبور ہوئی۔

۱۸۹۱ء میں ایک فرمان جاری کیا گیا۔ جس کے رو سے اسلامی مدارس میں روسی زبان کی تعلیم لازمی قرار دی گئی۔ یہ بھی اس میں قرار دیا گیا کہ ہر استاد کسی مدرسہ یا مسجد میں لگایا جانے سے قبل روسی زبان میں قابلیت کی سند حاصل کرے۔ اس فرمان کے شائع ہونے پر مسلمانوں کو خطرہ پیدا ہوا۔ اور ایک بارسوخ وفد زار کے حضور سینٹ پیٹرزبرگ کو بھیجا گیا۔ اس وفد نے فرمان کے منسوخ کیئے جانے کی عاجزانہ درخواست پیش کی۔ جس کا جواب یہ ملا کہ اس فرمان کا مذہب سے کوئی تعلق نہیں اور وہ ایک عام تعلیمی تجویز ہے اور اس کا مقصد صرف ترقی تہذیب و تمدن ہے۔ دارالسلطنت میں تو اس وفد کی خوب آؤبھگت ہوئی۔ اور بادشاہ بھی خوب خاطر تواضع سے پیش آیا۔ مگر جب ارکان وفد اپنے اپنے صوبوں کو واپس آئے تو کئی قسم کی انہیں ایذائیں دی گئیں۔ درخواست کا لکھنے والا تین ۳ سال کے لئے قید کیا گیا۔

۱۸۹۲ء میں گورنمنٹ کو یہ اطلاع ملی کہ اسلامی مدارس کی کتب نصاب میں ایسے فقرات پائے جاتے ہیں جو حکومت روس سے نفرت اور حقارت پیدا کرنیوالے ہیں۔ اس لئے ان کا پڑھایا جانا روک دیا جائے۔ اسپر حکم دیا گیا۔ کہ کوئی کتاب بغیر منظوری محکمہ صیغہ اشاعت روس کے کسی مدرسہ میں پڑھانے کے لئے مقرر نہ کی جائے۔ عام انتظام مدارس اسلامیہ جواب تک اسلامی محکمہ دینیات کے سپرد تھا۔ روسی محکمہ صیغہ تعلیم کے ہاتھ میں دیدیا گیا۔

اور مسلمان بچّوں کو پرائیویٹ مدارس میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے واسطے جانے کی ممانعت کر دیگئی۔ ان تمام تجاویز پر مسلمانوں نے بہت اظہارِ افسوس کیا۔ مگر نتیجہ گورنمنٹ کی امید کے بالکل خلاف نکلا۔ مسلمانوں کو اپنے تعلیمی مرکزوں سے علیحدہ کرنیکی بجائے۔ یہ تجاویز ان کی تبلیغی کوششوں کو وسیع کرنے کا باعث ہوئیں۔ اور رُوسی زبان جوان کو ۱۸۹۱ء کے فرمان کے مطابق مجبوراً سیکھنی پڑی تھی ان کوششوں کو اور بھی کامیاب بنانے میں ممد ہوئی۔ ایک اور نتیجہ اس فرمان کے اجرا کا یہ ہوا۔ کہ مسلمان جو اَب تک زار کی امن پسند رعایا تھے عملی طور پر ملکی معاملات میں حِصّہ لینے لگے اور زار کے مُلکی امور کو اور بھی پیچیدہ کر دیا ؛

۱۹۰۴ء میں رُوس و جاپان کی جنگ چھڑ گئی۔ اور مسلسل ذلیل کن بحری شکستوں کا جو جاپانیوں نے روسیوں کو دیں یہ نتیجہ ہوا۔ کہ رُوس میں ایک خطرناک عام بغاوت ۱۹۰۵ء میں پھوٹ پڑی۔ زار کو خوف پیدا ہوا تو اس نے ایک نظام قائم کرنیکے لئے طوعاً و کرہاً رضامندگی کا اظہار کیا۔ ایک اور تجویز جو گورنمنٹ سے اسی سال منوائی گئی وہ فرمان بے تعصبی تھا۔ اس فرمان سے زار کی تمام رعایا کو پوری مذہبی آزادی کا وعدہ دیا گیا۔ اور رُوس کے قوانین جرائم میں سے وہ قانون منسوخ کر دیئے گئے جن کے ذریعے عیسائیت ترک کرنے پر سزائیں دیجاتی تھیں ؛

فرمان بے تعصّبی کے اعلان کے بعد رُوس میں اشاعت اسلام کے حالات بیان کرنے سے قبل میں ایک دو اور دلچسپ باتوں کا جو اس کے متعلق ہیں ذکر مختصر طور پر کر دینا چاہتا ہوں۔ صوبہ لیتھانیا میں مسلمان چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں پائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پندرھویں صدی عیسوی کے شروع شروع میں وہاں داخل ہوئے۔ عیسائیوں سے

درمیان رہ کر ان نووارد مسلمانوں نے اپنے مذہب کو بغیر کسی قسم کی ملاوٹ کے ان تمام صدیوں میں قائم رکھا۔ اور انہوں نے اپنی تعداد اگرچہ مسلمان بنا بنا کر ہی بڑھائی۔ مگر ان میں پولینڈ اور لیتھانیا کی عورتوں سے نکاح کرنے کا رواج رہا اور ان نکاحوں سے جو اولاد ہوتی ہمیشہ مسلمان ہی ہوتی۔ برخلاف اس کے مسلمان لڑکی کسی عیسائی سے شادی نہ کر سکتی تھی۔ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ لیتھانیا کا ڈیوک اعظم جس کی فوجیں اکثر ان تاتاریوں میں سے ہی بھرتی کی جاتیں۔ اور جن کو وہ زمینیں اور کئی رعایات بھی دیا کرتا تھا۔ عیسائی عورتوں کی مسلمانوں سے شادیوں کا حامی تھا؛

مسلمان کریمیا میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں اور کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے یونانی اور اطالوی باشندوں کو جو اس جزیرہ نما میں آباد تھے اپنی قوم میں جذب کر لیا۔ یہ بھی ایک بیان ہے۔ کہ انہوں نے بہت سے اپنے غیر مسلم غلاموں کو اسلام میں داخل کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کریمیا کے تاتاری برخلاف لیتھانیا میں آباد شدہ تاتاریوں کے اپنے مذہب کی اشاعت میں خوب کوشاں رہتے ہیں۔ اور معلوم ہوا ہے کہ ۱۹۰۵ء میں مذہبی آزادی کا اعلان ہونے کے بعد اس ملک میں بہت سے روسی داخل اسلام ہوئے ہیں؛

سائبیریا کے تاتاریوں میں اسلام کی اشاعت کا ذکر ڈاکٹر آرنلڈ یوں کرتے ہیں:۔

"سولھویں صدی کے آخری نصف تک تو اس مذہب کے پاؤں اس ملک میں نہ جمنے پائے۔ مگر اس زمانہ سے قبل بھی مسلمان مبلغین وقتاً فوقتاً اس امید پر وہاں جا نکلتے۔ کہ بُت پرست آبادی میں دین حق پھیلائیں۔ مگر اکثر ان میں سے شہید کیئے گئے۔ جب کوچم خاں کے عہد میں سائبیریا مسلمانوں

کے قبضے میں آیا تو بخارا کا ایک عمر رسیدہ شیخ جسے ان شہدا کی قربانی کی کوئی یادگار قائم کرنیکی بڑی خواہش تھی۔ ان قبروں کی جستجو میں نکلا۔ اس نے ان مبلّغین میں سے سات کی قبروں کو تلاش کر لیا اور ساتوں کے نام بھی اس نے بتلادیئے۔ پچھلی صدی تک سائبیریا کے تاتاریوں میں انکی مقدس یاد تازہ تھی ؛

جب کوچوم خاں نے جو چنگیز خاں کے سب سے بڑے بیٹے جوجی خاں کی پُشت سے تھا سنہ ۱۵۷۰ء کے قریب یا تو اپنی فتح کے حق سے یا جیسا کہ دوسرا بیان ہے وہاں کے لوگوں کے بلانے پر جن کا خان بے اولاد مر گیا تھا۔ سائبیریا کی حکومت ہاتھ میں لی۔ تو اس نے اپنی رعایا کو مسلمان بنانے کی کوشش کی۔ اور بخارا سے اس کارِ خیر میں مبلّغین کو امداد دینے کے لئے بلوا بھیجا۔ بخارا سے جو مبلّغین بھیجے گئے ان میں سے ایک نے کوچوم خاں کے دار الخلافہ کی طرف جو دریائے ارتیش کے کنارے آباد تھا اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ سفر کا ذکر کیا ہے۔ یہاں دو سال رہ کر اس کا ساتھی فوت ہو گیا۔ اور وہ خود کسی نہ کسی وجہ سے جس کا اس نے ذکر نہیں کیا واپس چلا گیا۔ مگر پھر جلد ہی جب کوچوم خاں نے دوبارہ بخارا سے مدد منگوائی وہ ایک دیگر کے ساتھ اپنے کام پر لوٹ آیا۔ سائبیریا کو کازان سے بھی مبلّغین آئے۔ مگر روسی فتوحات کی اُٹھتی ہوئی لہروں نے کوچوم خاں کی تبلیغی کوششوں کا کافی اشاعت ہونے سے قبل ہی خاتمہ کر دیا ؛

رُوسی فتوح کے باعث ترقی اسلام اگرچہ کچھ رُک گئی۔ مگر بالکل بند نہ ہوئی تھی۔ بخارا اور وسط ایشیا کے دیگر شہروں کے علماء اور کازان کے تجار بطور مبلّغین کام کرتے رہے سنہ ۱۷۴۵ء میں برابا تاتاریوں میں جو ارتیش اور اوب دریا کے درمیان آباد ہیں کچھ کامیابی حاصل ہوئی۔ اُنیسویں [19] صدی کے شروع میں

اگرچہ بہت سے ان میں بُت پرست تھے۔ مگر اس وقت سب اسلام میں داخل ہو چکے ہیں :۔

تبلیغ اِسلام کی تاریخ میں بہت ہی عجیب واقعہ تاتاری علماء کا وسط ایشیا کے کرغیز لوگوں کو اسلام میں داخل کرنیکا ہے۔ وہ رُوسی حکومت کے ایلچی بن کر گئے اور ان لوگوں میں اٹھارویں صدی میں اشاعت اسلام کرتے رہے۔ کرغیز قریباً ۱۷۳۱ء سے رُوسی حکومت کے ماتحت آنے شروع ہوئے اور ایک سَو بیس (۱۲۰) سال تک مراسلات سیاسی تاتاریوں کی زبان میں لکھے جاتے رہے اس غلط فہمی سے کہ کرغیز اسی نسل سے ہیں جس سے دادی والگا میں رہنے والے تاتاری ہیں۔ ایک اور دھوکہ جو رُوسی گورنمنٹ کو لگا یہ تھا کہ وہ کرغیز لوگوں کو مسلمان سمجھتی رہی۔ حالانکہ اٹھارویں صدی میں وہ قریباً سب کے سب شمنی مذہب رکھتے تھے جیسا کہ ان کی کثیر تعداد نصف انیسویں صدی تک بھی رہی۔ ان کے ملک کے رُوسی سلطنت سے الحاق کے وقت ان کے صرف چند خان اور سلطان اسلام کا کچھ علم رکھتے تھے۔ مگر وہ بھی بہت مجمل اور ناقص۔ سارے کرغیز میدانوں میں ایک بھی مسجد یا معلم دین نہ پایا جاتا تھا۔ اور کرغیز لوگوں کے اسلام کا باعث یہ امر ہوا کہ حکومت رُوس انہیں مسلمان سمجھ کر ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا سلوک کرتی رہی جو مسلمانوں سے کیا جاتا۔ بہت سا روپیہ مساجد تعمیر کرنے کے لئے دیا جاتا اور علماء مدارس کھولنے اور نوجوانوں کو عقائد اسلام کی تعلیم دینے کے لئے بھیجے جاتے۔ کرغیز طلباء کو تھوڑی سی رقم گذارے کے لئے روزانہ دیجاتی اور والدین کو اپنے بچے مدارس میں بھیجنے کے لئے تحفوں اور دیگر ذرائع سے رغبت دلائی جاتی ؛

ایک کھلی دلیل اس امر کی کہ اسلام کا کرغیز میدانوں میں داخلہ رُوس کی جانب سے ہوا۔ یہ واقعہ ہے کہ خاصکر وہ کرغیز جو یورپ کے نزدیک تر ہیں سب سے

پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ مگر خیوا، خوقند اور بخارا کے جوار میں جو صدیوں سے اسلامی ممالک تھے۔ آوارہ پھرنے والے کرغیز لوگوں میں اُنیسویں صدی تک پُرانا مذہب شمنی موجود رہا۔ ایک عیسائی سلطنت کی اشاعتِ اسلام میں مدد کرنے کی شائد یہ ایک ہی مثال ہے۔ اور پھر تعجب تو یہ ہے کہ اس زمانے کی حکومت رُوس یورپ میں اپنی مسلمان رعایا کو جبراً عیسائیت منوانے کی کوششوں میں لگی ہوئی تھی۔ جو کازان کی سلطنت فتح ہونے کے بعد جلد ہی سولھویں صدی سے شروع ہوئی ۔

کرغیز جو ٹوبالسک سے لیکر ترکستان تک جانب جنوب پھیلے ہوئے میدانوں میں آباد ہیں ان میں سے بہت سے شروع اُنیسویں صدی تک بُت پرست ہی تھے۔ اور رُوسی حکومت سے ان لوگوں میں ایک عیسائی تبلیغی انجمن قائم کرنے کی اجازت مانگی گئی۔ مگر درخواست اس بنا پر نامنظور ہوئی کہ یہ لوگ ابھی تک ایسے تُند اور وحشی ہیں۔ کہ دینِ مسیحی میں داخل کرنیکے لائق نہیں۔ مگر جلد ہی ...... اسلامی مبلغین جو کسی حکومت کی مرضی کے محتاج نہ تھے اور جو زیادہ جوشیلے اور سمجھدار تھے اس میدان میں اُتر پڑے اور ساری کی ساری کرغیز قوم کو حلقہ بگوش اسلام بنا لیا“

سائبیریا کے دوسرے اکثر قبائل کی تاریخ مفقود ہے۔ مگر غالباً وہ حال میں ہی مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ اشاعتِ اسلام میں کرغیز لوگوں کے گیت جن میں قصّے کہانیوں کے رنگ میں اسلامی عقائد عوام کے دلوں کو مسخر کرتے ہیں بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔ اُنیسویں صدی کے آخری حصّہ میں حکومت رُوس نے اپنی حدود کو ترکستان میں جنوب کی طرف افغانستان تک۔ اور مشرق کی جانب تبت اور چین تک وسیع کر دیا۔ اور اسطرح تمام ترکستان رُوس کا ایک حصّہ بن گیا۔ مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ

ان صوبجات میں گورنمنٹ نے اپنی مسلمان رعایا کو عیسائیت میں داخل کرنیکی کوشش نہیں کی۔ ترکستانی مسلمانوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل رہی ہے، اور ان کے مذہبی امور میں حکومتِ روس نے دخل دینے کی نہ کوشش کی اور نہ ہی اس بات کی کسی کو اجازت دی ؎

سنہ ۱۹۰۵ء میں فرمان بے تعصّبی کے اعلان کے وقت سے اسلام شمال مشرقی اور وسطی روس میں بہت ترقی کر رہا ہے۔ اور اشاعت اسلام کے متعلق ذیل کا بیان منقولہ پریچنگ آف اسلام مصنفہ ڈاکٹر آرنلڈ ہمارے سامنے روس میں اسلام اور عیسائیت کے جنگ کے آخری نظارے کی تصویر پیش کرتا ہے:-

"شہر کازان ان تمام تبلیغی کوششوں کا مرکز ہے۔ بہت سی اسلامی تصنیفات یہیں چھپتی ہیں اور علماء اس شہر کے دارالعلوم سے باہر... ... بُت پرستوں اور ان تاتاریوں کو جنہوں نے کبھی بپتسمہ لینا قبول کیا تھا اسلام کی تبلیغ کرنے کے لئے جاتے ہیں۔ متعصب عیسائی فرقے کے پادری صاحبان تاتاری عیسائیوں کو فوج درفوج اسلام میں داخل ہوتے دیکھ کر سخت گھبرا گئے ہیں اور ان کی تمام کوششیں مسلمان علماء کی کامیابی کو روکنے میں ناکام رہی ہیں۔ سنہ ۱۹۰۵ء کے فرمان بے تعصّبی کا اعلان ہونے کے وقت سے روسی لوگوں کے گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہونیکی خاص طور پر اطلاعیں ملی ہیں مثلاً کہا جاتا ہے کہ سنہ ۱۹۱۰ء میں آتوموگاؤں میں ۹۱ گھرانے مسلمان ہوئے۔ اور ۵۳ ہزار آدمی سنہ ۱۹۰۶ء اور سنہ ۱۹۱۰ء کے درمیان مشرف باسلام ہوئے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ اس اشاعت کی کامیابی کا بڑا باعث اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ اخلاق اور باہمی یکجہتی وغیرہ اوصاف ہیں۔ برخلاف اسکے روس کے پادریوں کی طرف سے گورنمنٹ کی مدد سے جو ذرائع نام نہاد تاتاری عیسائیوں کو مسیحیت میں اور پختہ کرنیکے لئے اختیار کیئے جاتے ہیں وہ ان لوگوں کو

اس مذہب سے اُلٹا متنفر کرنے کا باعث ہوئے ہیں۔ علاوہ اس کے تبلیغ اسلام بہت جوش سے کی جاتی ہے۔ ہر ایک سادہ ناتعلیمیافتہ ھ مسلمانوں کے زبردست دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ بپتسمہ یافتہ اصلی باشندوں کے گاؤں میں سے بہت سے آدمی موسم سرما میں مسلمانوں کے گاؤں میں درزی کا کام کرنے کے لیئے چلے آتے اور وہاں اگر وہ اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اور اسلامی خیالات لیکر اپنے گاؤں کو واپس جاتے ہیں اور وہاں اپنے گھروں میں اپنا اثر پھیلاتے ہیں ؞

ووٹیا قبائل خاص طور پر اس تبلیغی تحریک سے اثر پذیر ہوئے ہیں جنکا بڑا حصہ عیسائی ہیں۔ مگر اکثر ان میں سے اٹھارھویں صدی میں داخل اسلام ہوگئے اور ان میں سے جو عیسائی اور تھوڑے بُت پرست باقی ہیں۔ ان پر اسلام کا اثر روز بروز زیادہ ہو رہا ہے۔ قوم چریمس ووٹیا کی طرح اقوام فنش میں سے ایک قبیلہ ہیں۔ ان میں ابھی تک ایک چوتھائی بت پرست ہیں۔ مگر بہت سے اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اور ان بُت پرستوں کا اکثر حصہ غالباً بہت جلد اسلام قبول کر لیگا۔ چریمس کے اسلام کی طرف رجوع کے آثار انیسویں صدی میں ظاہر ہوئے۔ اگرچہ انکا بہت بڑا حصہ عیسائی تھا۔ مگر گاؤں کے گاؤں اسلام میں داخل ہوئے۔ حالانکہ اپنے مذہب کو ترک کر کے کسی اور مذہب کو سوائے عیسائیت کے قبول کرنا قانوناً ممنوع تھا۔ یہ لوگ باشکر اور تاتاریوں کے ساتھ (جنکے خانگی اور تمدنی رسم و رواج ان سے بہت کچھ ملتے جلتے تھے) گہرا تعلق رکھنے کے باعث مسلمان ہوئے۔ بعض اوقات تبدیلئ مذہب باہم شادیوں سے عمل میں آئی۔ مثلاً ایک گاؤں میں ایک چریمس خاندان نے اور چند باشکروں نے باہم شادیاں کیں اور چریمس نے اسلام قبول کر لیا۔ چونکہ

ھ مسلمان بھی اپنے مذہب کا مبلغ ہے اور بُت پرست یا نیم بُت پرست قبائل جو بے علم ظلمت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

گاؤں والوں نے ان کو "مختون" کہکر اذیت دینی شروع کی۔ اس لئے انہوں نے یہ گاؤں چھوڑ کر چند میل پرے ایک نوآبادی قائم کرلی اور بعض مالدار باشکروں نے ان کی روپے سے مدد کی۔ مگر چونکہ وہ سرکاری کاغذات میں بت پرست درج تھے۔ اس لئے وہ مسجد تعمیر کرنے کی اجازت حاصل نہ کرسکے۔ یہ دیکھکر قرب وجوار کے چند باشکر خاندان اس نوآبادی میں آبسے تاکہ سرکاری اجازت حاصل کرنیکے لئے مسلمانوں کی مطلوبہ تعداد اس گاؤں میں ہوجائے۔ ایسے واقعات کئی دفعہ اور گاؤں میں بھی ہوئے ہیں جہاں مسلمان آکر آباد ہوئے اور ان کی چرمیس لوگوں میں شادیاں ہوئیں۔ دوسری صورتوں میں باقاعدہ تبلیغی کوشش ہوتی رہی ہے۔ مثلاً شروع انیسویں صدی میں کاراکول گاؤں میں عیسائی چرمیس آباد تھے۔ مگر اس صدی کے نصف کے بعد جلد ہی ایک چرمیس مسلمان عالم کے ہاتھ پر کئی خاندان اسلام لائے۔ اس عالم کے انتقال کے بعد ایک باشکر کسی دوسرے گاؤں سے آکر اس کی جگہ کام کرتا رہا۔ بعد ازاں یہ نومسلم تاتاریوں اور باشکروں کے گاؤں کی طرف چلے گئے۔ اور ان کی جگہ تاتاری آکر آباد ہوئے حتیٰ کہ سارا گاؤں فی الحقیقت تاتاریوں کا ہی ہوگیا۔ اور ان کی اولاد میں سے بہت کم چرمیس زبان کا کچھ علم رکھتے تھے اور شادیاں بھی باہم تاتاریوں میں ہی ہوتیں۔ ان تبلیغی کوششوں کے علاوہ تاتاریوں کی زبان اور تہذیب کا اثر چرمیس لوگوں پر بین طور سے ہوا۔ ان لوگوں میں تاتاری زبان کے رواج کے ساتھ مسلمانوں کے اخلاقی اور مذہبی خیالات بھی پھیلتے گئے۔ تاتاری لباس پہننا اعلیٰ تربیت کا نشان خیال کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی چرمیس تاتاری لباس نہیں پہنتا تو اسے اپنے کسی ملنے والے چرمیس بھائی یا تاتاری سے ہنسی اُڑانے کا خوف رہتا ہے۔ یہ تمام معاشرتی تحریک آخر کار ان لوگوں کو تاتاری مذہب (اسلام) میں کھینچ

لائیگی - کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ قبولیت اسلام کے بعد اشاعت اسلام بڑے جوش سے کرتے ہیں اور مالدار تاتاری انکو مدد دیتے ہیں - برخلاف اسکے رُوسی چرمیس لوگوں کو ذلیل خیال کرتے اور حقارت سے دیکھتے ہیں - جو ان میں سے عیسائی ہیں انکو بھی ہتک آمیز ناموں سے یاد کرتے ہیں - چرمیس قوم میں ایک چوتھائی ابھی تک بُت پرست ہیں - مگر ان پر اسلامی اثرات ایسے زبردست ہیں کہ امید کی جاتی ہے کہ اکثر ان میں سے تھوڑی مُدت میں ہی اسلام قبول کر لینگے ؎

چواش قوم جنکی تعداد دس لاکھ ہے - تمام بپتسمہ یافتہ ہیں سوائے بیس ہزار کے جو ابھی تک بُت پرست ہیں - مگر وہ اسلام میں جذب ہو رہے ہیں - اور چواشی قوم کے کچھ عیسائیوں نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے - اور دوسروں پر بھی اثر ہو رہا ہے - انکے جوش کا اندازہ چواش عیسائیوں کے ایک گاؤں کی مثال سے ہو سکتا ہے جس کے پادری نے وہاں کے گرجے کی مرمت کے لئے وہاں کی تمام آبادی سے تین سو روبل جمع کرنے میں کئی سال صرف کیئے مگر صرف آٹھ چواش خاندان اسلام میں داخل ہوئے - اور چند مہینوں کے عرصہ میں انہوں نے دو ہزار روبل ایک مسجد بنانے کے لئے جمع کر لئے - ایسی ہی مستعدی اور تندہی کے ساتھ روس کے اصلی باشندوں میں بھی اشاعت اسلام ہو رہی ہے - جو گھرانہ اسلام قبول کرتا ہے اس کی روپے یا غلّے سے مدد کیجاتی ہے - کسی کو گھر بنا کر دیا جاتا ہے کسی کو زمین مویشی وغیرہ دیئے جاتے ہیں - اور جب ایک گاؤں میں کئی گھرانے اسلام میں داخل ہو جاتے ہیں تو ان کے لئے ایک مسجد بنائی جاتی ہے - اور ان کے بچوں کے لئے ایک مدرسہ کھولا جاتا ہے "

روس میں اسلام کی تاریخ کے اس بہت ہی مختصر بیان سے یہ بات واضح

ہو گئی ہوگی کہ ایک مذہب کو جو نہ صرف ان مصائب سے بچ نکلا ہو۔ بلکہ اس جنگ میں فتحیاب ہوا ہو مستقبل کا کچھ زیادہ خوف نہیں۔ ساڑھے تین سو سال تک عیسائیت موجودہ زمانہ کی بہت ہی طاقتور خود مختار حکومت کی مدد سے اسلام کے ساتھ جنگ کرتی رہی۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے پوری اور کامل شکست نصیب ہوئی۔ میدان جنگ عیسائیت کے مناسب حال اور ان کے لئے بہت مفید تھا۔ اس کے پاس دولت تعداد اور رسوخ وغیرہ مفاد تھے۔ ایک بہت وسیع سلطنت کے تمام ذرائع اس کے ہاتھ میں تھے اور ایک محکوم اور بے یار و مددگار قوم مذہب کے خلاف ان ذرائع سے بے دھڑک اور بے رحمی سے کام لیا گیا۔ مگر نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت نے اپنے مخالف کو ہر حملے کے بعد زیادہ طاقتور اور زیادہ جوش میں پایا حتیٰ کہ پوری ناامیدی اور اور مایوسی کے بعد اسے مجبوراً اپنی بیرحم تلوار میان میں ڈالنی پڑی۔ اور بہت ہی ذلیل کن شکست کا اُسے اقرار کرنا پڑا۔ اگر ہم اسلام کو ساڑھے تین صدیوں کی بیدردانہ اذیّتوں کے بعد مظفّر و منصور پاتے ہیں تو ہمیں یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ کوئی تازہ مصیبت اِسے ہِلا نہیں سکتی۔ فی الحقیقت رُوس میں عیسائیت اور اسلام کے جنگ کا زمانہ اور خاندان رومنف (خاندان زار سابق) کے عروج کا زمانہ ایک ہی ہے۔ خاندان رومنف کے آخری بادشاہ کا عبرتناک انجام موجودہ زمانہ میں اسلام کے سب سے بڑے پہلوان کی مسیحائی کا ایک زبردست ثبوت ہے جس نے کئی سال قبل پیشگوئی کی تھی کہ:-

زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی باحال زار

ان قرائن قویہ سے یہ امر ظاہر ہے کہ رُوس میں اور ایسے ہی دیگر اطراف عالم میں اسلام کا مستقبل بہت ہی شاندار ہے ؛

مذہب اور اس کی ضرورت

(خلاصہ لیکچر حضرت خلیفۃ المسیح جو حضور نے احمدیہ ہوسٹل لاہور میں لوکل کالجوں کے پروفیسروں اور طلباء کے سامنے دیا)

(مرتبہ چودھری ابو الہاشم صاحب ایم - اے)

کیا ہم کو مذہب کی ضرورت ہے؟ اس سوال کی اہمیت ظاہر ہے۔ لیکن پیشتر اسکے کہ ہم اس سوال کے جواب کی طرف توجہ کریں ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے۔ کہ مذہب کس چیز کا نام ہے۔ لہذا ہم پہلے اسی کی تحقیق شروع کرتے ہیں۔ ہم سب اس بات کو محسوس کرتے ہیں۔ کہ خواہ ہمارے اندر اور اور کیسی ہی صفات ہوں۔ مگر اسمیں شک نہیں کہ ہم سب انسان ہیں۔ یورپ امریکہ کی آبادی بھی ہماری طرح انسان ہے۔ تو پھر کونسا اختلاف ہے جسکی وجہ سے ہم کسی کو عیسائی کسی کو ہندو کسی کو مسلمان اور کسی کو پارسی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ کیا یہ اختلاف مختلف لوگوں کے طرز رہائش پیشہ یا طریق سلطنت کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے؟ تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ اختلاف کسی ایسی بنیاد پر مبنی نہیں ہے بلکہ کسی بھی جسمانی اختلاف پر اس کی بنیاد نہیں ہے۔ لوگ اس اختلاف کو مذہب کا اختلاف کہتے ہیں اور وہ اس اختلاف کو خاندان یا ملک کے اختلاف سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ یہ اختلاف جسمانی اختلافات کی طرح طبعی نہیں ہے بلکہ خود پیدا کردہ ہے۔ مگر باوجود اسکے اس اختلاف کے مقابلہ میں باقی سب چیزیں قربان کردی جاتی ہیں۔ مذہب کی خاطر لوگ جنگ کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے قتل وغارت سے دریغ نہیں کرتے۔ وہ مظالم جو مذہب کی آڑ میں دنیا میں کئے گئے ہیں بدن پر لرزہ ڈالتے ہیں۔

ایک امریکن نقاد جس کی رائے بڑی باریک بینی پر مبنی ہے کہتا ہے کہ اگر بائیبل کے متعلق یہ خیال کہ وہ مقدس کلام ہے اڑا دیا جاوے تو پھر اس کا سرسری پڑھنا بھی لوگوں کے لئے دوبھر ہو جائے اور وہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھیں - امریکن نقاد کی یہ رائے بہت حد تک صائب معلوم ہوتی ہے وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات مذہب کی آڑ میں بہت سی گھنونی بے رحمیاں - مقدس اشیاء کی بے حرمتی گند اور بے حیائی کی باتیں

انسان کی نظر سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ چنانچہ عیسائی مذہب کو دیکھو رومن کیتھولک والوں نے پرائسٹنٹوں اور پرائسٹنٹوں نے رومن کیتھولک والوں کو مذہب کی آڑ میں زندہ جلا دیا ہے۔ پوپوں کے زمانہ اقتدار میں اور عدالت انکویزیشن (مقدس تفتیش) کے ماتحت وہ وہ بیرحمیاں روا رکھی گئیں جن کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ مگر عیسائی ضمیر ان سب کی اجازت دیتا رہا کیونکہ یہ سب کچھ مذہب کے نام پر کیا جاتا تھا۔ یہ بیرحمیاں عیسائیت تک ہی محدود نہ تھیں۔ اوائل خلافت اسلامیہ کی خانہ جنگیوں میں بھی بہت سی دردناک سختیاں مذہب کی آڑ میں جائز رکھی گئیں۔ سلطان صلاح الدین کے زمانے کے سفاک قاتلوں کا گروہ جو دلیری اور جانبری کے لئے خاص طور پر مشہور تھا وہ بھی اپنی طرف سے مذہبی جوش میں مبتلا تھا۔ ہندوستان کا برہمن اپنے قدیم ہندو عروج کے زمانہ میں برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ شودر یا نیچ قوم کا آدمی وید کا شلوک سُن پائے۔ اگر بدقسمتی سے کسی کے کان تک وید کے الفاظ کی گونج پہنچ گئی تو پھر اس بدبخت کی سزا سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ گلا ہوا سکہ یا سُرخ دھکتی ہوئی لوہے کی سلاخ اس کے کانوں میں داخل کی جاوے۔ پھر جس بیرحمی سے بدھ مت کا ہندوستان سے استیصال کیا گیا۔ وہ تو ہر تاریخ ہندوستان پڑھنے والے کو معلوم ہی ہے ؛

پس ایک سطحی طور پر مذہب کے مطالعہ کرنے والے کو مذہب واقعی بڑی ڈراؤنی چیز نظر آئیگا۔ اور وہ اسے نہ ختم ہونیوالی لڑائیوں اور خون ریزیوں کی جڑ خیال کریگا۔ اس کے نزدیک مذہب ہی وہ چیز ہے جس نے انسان میں وحشیانہ حرکتیں پیدا کیں اور ان کو ترقی دی۔ لیکن کیا تصویر کا کوئی دوسرا پہلو بھی موجود ہے یا نہیں ؟

یہ ایک اہم سوال ہے اور ہر ایک ذی فہم آدمی کو اسپر غور کرنا چاہیئے موجودہ زمانہ اس تحقیق کے لئے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ مختلف ممالک اور اقوام

Digitized by Khilafat Library

جو پہلے بوجہ عدم اختلاط کے ایک دوسرے سے بالکل منقطع تھے اب ذرائع اختلاط نکل آنے اور علم کی اشاعت سے اس لحاظ سے ایک ملک اور قوم کی صورت میں آگئے ہیں مختلف مذاہب کے لوگ ایک دوسرے سے زیادہ واقف ہو گئے ہیں اور ایک دوسرے کے لٹریچر کو سمجھتے ہیں۔ اور اب یہ سوال ان کے دلوں میں پیدا ہو رہا ہے کہ وہ کیا چیز ہے جس نے انکو برسر پیکار رکھا ہے۔ جدید علوم مثلاً تاریخ۔ تحقیق آثار قدیمہ۔ علم موازنہ ادیان وغیرہ نے بھی لوگوں کی توجہ کو اس سوال کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس سوال کے کئی جواب دیئے گئے ہیں بعض لوگوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ مذہب صرف ایک نام ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ ان سے زیادہ غور کرنے والی طبائع نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مذاہب میں جو عظیم الشان اور ہیبت ناک واقعات اور اثرات بیان کیئے گئے ہیں یہ سب یونہی دقیانوسی قصے ہیں جو صرف بچوں اور ناسمجھ لوگوں کے دل میں خوف پیدا کر سکتے ہیں۔ ہر طرف انکار و شک کی روح پھیل گئی ہے یقین جاتا رہا ہے اور اس کے ساتھ ہی اعمال چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ مسلمان کہلانے والے اپنے مذہب پر کاربند نہیں رہے ہے تو ہندو اپنے مذہب کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ یہی حال دوسرے مذاہب کے پیروان کا ہے۔ یا تو وہ مذہب پر ایمان و یقین بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں یا مذہب کی طرف سے بے پروا ہو گئے ہیں:

وہ لوگ جنہوں نے مذہب کو ترک کر دیا دو حصوں میں منقسم تھے ۱۔ اوّل تو وہ آزاد طبع اور آزاد خیال لوگ جو ایک ایسی عالمگیر مذہب کی بنیاد رکھنا چاہتے تھے جسمیں عام اصول انسانیت غالب ہوں۔ یہ فلسفی لوگ تھے اور اس قسم کی مذہبی زندگی کے فوائد پر نظر رکھتے تھے اسلیئے وہ ایسے وقت کے منتظر تھے۔ کہ جب لوگ مذہب کے جوئے کو اپنی گردنوں سے اُتار پھینکنے کیلئے تیار ہوں اور صرف عام اصول انسانیت کے جھنڈے تلے جمع ہو جاویں۔ دوسرے وہ لوگ تھے جو علمی پہلو پر نظر رکھتے تھے اور نسل انسانی کے مختلف گروہوں کے وجود کو انسانی زندگی اور ترقی کیلئے مفید جانتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ مختلف گروہ میچ کھیلنے والوں کی مختلف پارٹیوں کی طرح ہیں۔ جو ایک دوسرے کے ساتھ مقابلہ کرتی ہیں اور یہ بات ان میں تنگ و مسابقت

کی سپرٹ پیدا کرتی رہتی ہے ؂

فلاسفروں کا خیال تھا۔ کہ مذہب کو آخرکار خیرباد کہنا چاہیئے۔ اگرچہ موجودہ حالات میں اسکی ہستی کو قائم رہنے دینا ضروری ہے لیکن دوسرے لوگوں کا خیال تھا کہ مذہب ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ اس سے زندگی میں ایک نئی روح پیدا ہو جاتی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو زندگی کا کچھ مزا نہیں آتا۔ غالب نے اسی خیال کو نبھایا ہے ؎

ہم کو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن ؂ دل کے بہلانیکو غالب یہ خیال اچھا ہے

لیکن ہمیں ڈرنا نہیں چاہیئے۔ اور اپنی موجودہ ترقی کے زمانے میں اس مسئلے پر غور کرنا اور کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیئے۔ اگر مذہب میں واقعی کوئی حقیقت نہیں تو ہمیں چاہیئے کہ ہمیشہ کے لئے اسے ترک کر دیں۔ ایسی صورت میں اسپر عمل پیرا ہونا قابل شرم بات ہے۔ لیکن اگر اسمیں واقعی کوئی حقیقت ہے تو پھر چاہیئے کہ اسے صدق اور اخلاص سے قبول کیا جاوے۔

آج رات کے لیکچر کا مضمون اسی مسئلے کو حل کرنا ہے۔ مغربی اور مشرقی علوم کے ماہرین سبھی اس حل کی ضرورت کو محسوس کرتے ہیں۔ موجودہ حالت جیسی کہ غیر مطمئن ہے وہ اس سے بے خبر نہیں ہونگے۔ بڑی دیر تک یہ مسئلہ معرض بحث میں رہا ہے اور بہت قوت اور وقت اسپر خرچ ہو چکا ہے۔

میرے خیال میں مغربی علوم کے ماہرین نے ایک عام غلطی یہ کی ہے۔ کہ انہوں نے اس نقطہ خیال سے اسپر غور کیا ہے کہ کیا ہمیں مذہب سے دولت اور قوت ملجائیگی یا ہم آسودہ حال ہو جائیں گے۔ مگر یہ تحقیق کا غلط طریق ہے۔ کسی مذہب کی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے یہ دیکھنا ضروری ہے۔ کہ آیا مذہب سے وہ فوائد جو اس سے مقصود و متصور ہیں۔ حاصل ہوتے ہیں یا نہیں۔ کوئی شخص کسی لباس کو صرف اسلیئے تحقیر کی نگاہ سے نہیں دیکھیگا۔ کہ یہ اسکی بھوک کو دور نہیں کرتا۔ اور نہ روٹی کو اسلیئے پھینک دیگا۔ کہ یہ اسکی برہنگی کو نہیں ڈھانپتی۔ مذہب کی قیمت کا اندازہ لگانے کیلئے ضروری ہے کہ مذہب کے مدعا کو دیکھا جاوے۔ اگر مذہب کی غرض یہ ہے کہ دنیاوی آسودگی حاصل ہو تو جو مذہب اس غرض کو پورا نہیں کرتا اسے واقعی ترک کر دینا چاہیئے۔ اب سوال یہ ہو گیا

کہ مذہب کی ضرورت کیا ہے؟ مذہب کہتا ہے کہ ایک ہستی ہے جس نے ہمیں کسی غرض کیلئے پیدا کیا ہے ہم اتفاقاً ہی پیدا نہیں ہو گئے۔ مذہب یہ بھی کہتا ہے کہ بغیر مذہب کے یہ غرض پوری نہیں ہو سکتی پس اگر یہ ثابت ہو جاوے۔ کہ کوئی خالق ہے اور ہماری پیدائش کی کوئی غرض ہے تو پھر واقعی مذہب ایک ضروری چیز ہے ورنہ عملی زندگی میں اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ آجکل کے تعلیم یافتہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیدائش کا خیال جیسا کہ مذاہب سکھاتے ہیں سائنس کے اصولوں کے خلاف ہے۔ حالانکہ ہم ارتقاء کا نتیجہ ہیں۔ لیکن میرے خیال میں ہمارے تعلیم یافتہ دوست ایسا خیال کرنے میں واقعات کی حدود سے باہر چلے گئے ہیں۔ ارتقاء خلقت کے منافی نہیں۔ مذہب کو اس بات سے تعلق نہیں۔ کہ آیا دنیا آنکھ کے ایک جھپکے میں پیدا ہوئی ہے۔ یا آہستہ آہستہ پیدا ہوئی ہے۔ انسان کا بچہ اپنی ماں کے رحم میں نو مہینے تک بڑھتا رہتا ہے لیکن یہ پیدائش کے خلاف نہیں۔ اور نہ ہی یہ دونو خیال خالق کی ہستی کے برخلاف ہیں۔ پس سوال یہ ہو کہ آیا کوئی خالق ہے یا نہیں۔ اس مسئلے کا تعلق فوری یا تدریجی خلقت سے کچھ نہیں اگر کوئی خالق ہے تو اسکو چاہیئے کہ ہمارے پیدا کرنیکی غرض و غائیت کو صاف صاف بتا دیوے۔ ورنہ یا تو وہ ہے ہی نہیں اور اگر ہے تو اس کا ہونا نہ ہونا ہمارے لئے برابر ہے:

ایک امریکہ کا فلاسفر کہتا ہو کہ اگر کوئی خدا موجود ہو تو اسکے تعلقات ہمارے ساتھ والدین کے تعلقات سے بھی بڑھکر ہونے چاہیئے کیا ہم یہ سوال نہ کریں کہ خدا ہمارے لئے کیا کرتا ہے۔ اسی فلاسفر کا یہ اعتراض ہو کہ ہم نے مانا کہ لوگ عام طور پر بوجہ گنہگار ہونے کے خدا کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا نہیں کر سکتے۔ مگر وہ کہتا ہے کہ آخر کوئی آدمی دنیا میں پاک بھی ہے؟۔ یہ اعتراض صحیح ہے خدا ضرور اپنے آپ کو انسان پر ظاہر کرتا ہے۔ اور اسکے دو طریق ہیں۔ یا تو آدمی خدا تک پہنچ جاوے یا خدا آدمی تک نیچے آوے۔ پہلا طریق عقلی دلائل کا ہے۔ دوسرا الہام کا۔ قرآن شریف نے دونو طریق بتلائے ہیں۔ عقلی دلائل بھی دیتا ہے۔ جیسے فرمایا مخلوق کی طرف دیکھو کہ کیسی ترتیب دار ہے اور تمام ضروریات کو پورا کیا گیا ہے ہو سکتا ہے کہ دنیا اتفاقی ہو مگر اس میں نظام نہیں ہو سکتا جب تک کہ سمجھدار ہستی اسکے پیچھے نہ ہو۔ قرآن شریف نے اسی نظام

کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور کائنات کے مختلف حصوں کے باہمی رشتہ کو سمجھایا ہے۔ زمین۔ سورج۔ چاند۔ ستارے کس طرح آپس میں تعلقات رکھتے ہیں اور ایک قانون کے ماتحت چلتے ہیں۔ وہ ستارے جن کے متعلق پہلے خیال تھا۔ کہ انکی حرکت میں کوئی خاص ترتیب نہیں۔ اب ثابت ہوا ہے کہ وہ ایک باقاعدہ اعلیٰ قانون کے ماتحت چلتے ہیں۔ پھر یہ خیال ہو سکتا ہے کہ آنکھ یونہی اتفاق سے بن گئی ہو۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس آنکھ کو مفید بنانے کیلئے کروڑوں میل کے فاصلے پر سورج بنایا گیا۔ اسی طرح کان کا فائدہ اُسی وقت ہے جب ہوا ہو۔ سائنس کی حال ہی کی تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ ستاروں کے درمیان زمین کی موجودہ پوزیشن اپنے محل وقوع کے لحاظ سے نہایت ہی اعلیٰ ہے۔ کیونکہ زمین اور اسکی جاندار اشیاء پر وہ اپنا اثر ڈالتے رہتے ہیں یہ نظام اور باہمی موافقت ایک فہین خالق کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مگر تاہم یہ عقلی نتیجہ ہے۔ اور ہمیں صرف احتمال کے درجہ تک پہنچاتا ہے عقل ہمیں اس سے آگے نہیں لیجاتی۔ یقین کے درجہ تک پہنچنے کے لئے دوسرا طریق ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا خود اپنے تئیں اپنے بندوں پر ظاہر کرے۔ اپنی ہستی کا ثبوت دینے کیلئے وہ بولتا بھی ہے۔ لیکن اسکی بات سُننے کے لئے ہمیں چند شرائط کی پابندی کرنی چاہئیے۔ بجلی تو ہر جگہ موجود ہے مگر اسکو دیکھنے کیلئے بیٹری کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح خدا کو دیکھنے کیلئے ضروری ہے کہ آدمی اپنے اندر ایک خاص ذہنی اور اخلاقی حالت پیدا کرے۔ در اصل یہ شرط ہر ایک علمی تجربے کو کامیاب بنانے کیلئے ضروری ہے۔ نبی اسلام محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکی ایک مثال ہیں۔ آپ اکیلے اور غریب تھے۔ اور خدا پر یقین تھا اور اس سے محبت تھی۔ اسی سے تعلق پیدا کرنا چاہتے تھے۔ آپ نے آہستہ آہستہ اُس درجے کو حاصل کر لیا جب آپ نے خدا کی یہ آواز سُن لی کہ اقراء باسم ربك الذی خلق ہ یعنی اپنے رب کے نام سے پڑھ۔ ممکن ہے یہ ایک وہم ہو۔ کیا ثبوت ہے کہ یہ واقعی خدا ہی بول رہا تھا۔ یہ کس کی آواز تھی یہ سوال ہمارے ہی زمانے کے دلدادوں کو پریشان کیئے رکھتا ہے۔ آؤ ہم اس سوال پر غور کریں پہلے ہمارے بعض حواس کے بے ترتیب ہونے سے لگ سکتا ہے۔ لیکن ایسا تجربہ دوسرے

لوگوں کے تجربوں سے تصدیق نہیں ہوتا۔ اور نہ واقعات اسکی تصدیق کرتے ہیں۔ آؤ ہم اس معیار سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پرکھیں۔ آپنے ایک آواز سنی مگر کوئی پاس نہ تھا۔ آنکھ نے کان کی تصدیق نہ کی۔ ممکن ہے یہ دھوکا ہی ہو۔ لیکن اگر واقعات ان الفاظ کی تصدیق کریں جو آپنے سُنے توضرور کہنا پڑیگا۔ کہ آواز کا منبع ایسا تھا۔ کہ جسکو آنکھ نہ دیکھ سکتی تھی محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا تھا کہ آپ اور آپکے صحابہ کرام فتح یاب ہونگے۔ اور دنیا کو فتح کرینگے اور اسکی اصلاح کرینگے۔ مگر قیاس یہ نہیں کہتا تھا۔ لیکن تیرہ برس تک آپ اسی مطلب کی پیشگوئیاں کرتے رہے۔ آپ اور آپکے ہمراہی اپنے گھروں سے بھی نکل گئے۔ لیکن ہمیشہ یہی آواز آتی تھی کہ فتح آپکی ہوگی۔ اس تیرہ سال کے عرصہ میں آپ کو قتل کرنیکی کئی دفعہ کوششیں کی گئیں۔ لیکن یہ آواز ہمیشہ یہی کہتی رہی کہ آپ محفوظ رہینگے۔ اور بے شک آپ ہمیشہ محفوظ رہے۔ مدینہ پہنچکر بھی یہی حفاظت کے وعدے ہوتے رہے۔ ۱۸ سال گذرنے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ سارا ملک آپکے مقابلہ پر کھڑا ہے۔ دس ہزار آدمی کا لشکر آپ پر باہر سے حملہ کرتا ہے۔ اور یثرب کی دیواروں کے اندر بھی مخفی دشمن موجود ہیں۔ بعض لوگ آپ پر اور آپکی پیشگوئیوں پر اعتراض بھی کرنے لگ جاتے ہیں کہ وہ جو اپنے آپکو فاتح اور مصلح کہا کرتا ہے۔ اب اتنی جرأت بھی نہیں رکھتا کہ اپنے مورچوں سے باہر نکلے آپنے ایک خندق کھودنے کا حکم دیا۔ کام کرنیوالوں کے راستہ میں ایک بڑا پتھر آتا ہے۔ وہ حضور کو امداد کے لئے بلاتے ہیں۔ آپ کلہاڑی لیکر اسپر مارتے ہیں۔ ایک شعلہ نکلتا ہے۔ آپ اللہ اکبر کہتے ہیں۔ صحابہؓ بھی یہی کہتے ہیں۔ آپ پھر پتھر پر مارتے ہیں۔ اور پھر شعلہ نکلتا ہے۔ آپ اور دیگر لوگ پھر اللہ اکبر کہتے ہیں۔ تیسری دفعہ پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔ اور پھر پتھر ٹوٹ جاتا ہے۔ صحابہؓ پوچھتے ہیں کہ حضور اس "اللہ اکبر" کے کیا معنی؟ آپ فرماتے ہیں کہ میں ان شعلوں میں قیصر۔ کسریٰ اور یمن کی سلطنتیں تباہ ہوتی دیکھتا ہوں۔ کیا آپ اسکو وہم یا دھوکہ کہینگے۔ جلد ہی واقعات نے صاف ثابت کردیا کہ یہ دماغ کی پریشان حالت نہ تھی۔ بلکہ قسام ازل کی طرف سے سچے پیغام تھے ؎

اور وہ خطرہ جو اس چھوٹے سے مگر پاک گروہ کو لاحق تھا۔ ایک عجیب معجزانہ رنگ سے دُور ہو گیا۔ حملہ آور فوج میں ایک ہلچل مچ گئی۔ کیونکہ تیز ہوا نے انکی روشنیاں گُل کردیں۔ بڑے بڑے بہادر اور سورما عرب کم سن لڑکیوں کی طرح خوف زدہ ہو گئے تھے۔ اور عین آدھی رات کو ڈیرہ اُٹھائے اور بھاگ گئے۔ لیکن اس قسم کی مثالیں صرف گذشتہ زمانوں تک ہی محدود نہیں۔ اس قسم کی مثال ہمارے زمانے میں بھی موجود ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آپؐ کی تعلیم تمام زمانوں میں محفوظ رہیگی۔ اسی پیشگوئی کو پورا کرنے کیلئے اور اسلام کو تازہ کرنیکے لئے مصلحین یا مجدد ہمیشہ آتے رہے ہیں۔ سب سے بڑا مجدد یا مصلح ہمارے حال ہی کے زمانے میں پیدا ہوا۔ خدا نے اس سے فرمایا۔ کہ تیرے ذریعے سے اسلام پھر دنیا میں ترقی کریگا۔ خواہ مخالف اسکو بُرا ہی منائیں۔ اور ظاہری واقعات امید افزا نہ ہوں لیکن لوگوں کو یقین نہ آتا تھا۔ خدا نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا۔ کہ اسکے غلام کا نام اکناف عالم تک پھیل جائیگا۔ لیکن حالات کچھ اور ہی کہہ رہے تھے۔ کیونکہ اسوقت حضرت مرزا صاحبؑ کی وہ گمنامی کی حالت تھی کہ خود انکے اپنے گاؤں کے لوگ بھی اچھی طرح انکو نہ جانتے تھے۔ آپؑ تنہائی کو پسند کرتے تھے۔ اور دن کا اکثر حصّہ مسجد میں گذارتے تھے۔ آپؑ کے والد اور دوسرے لوگ آپکو ایک نکما آدمی خیال کرتے تھے۔ مگر پیشگوئی آخر پوری ہو کر رہی۔ اور حضرت مرزا صاحبؑ کا نام تمام دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا۔ آدم سے لیکر اب تک ایسا ہی ہوتا آیا ہے ؏

لیکن یہ سوال ہو سکتا ہے کہ کیا ضروری ہے کہ ہم آپؑ کی اتباع کریں۔ جب دنیاوی زندگی کے معاملات میں ہمیں الہام کی ضرورت نہیں۔ تو روحانی زندگی کے معاملات میں بھلا الہام کی کیا ضرورت ہے۔ کیوں ہم اپنی عقل سے ہی شریعت نہ بنالیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مادی اور مذہبی دنیا میں فرق ہے۔ کسی جسمانی آرام کے نہ ملنے میں کوئی ایسا خطرہ درپیش نہیں۔ جیسا کہ گذشتہ زمانوں

میں ریلوں کا نہ ہونا اقوام کے عروج و زوال میں کوئی روک نہ پیدا کر سکا۔ مگر دین کے معاملات میں اگر ابتدا سے الہام نہ ہوتا تو بہت سی نسلیں تباہ ہو جاتیں اور روحانی انعام پانے کے قابل نہ رہتیں۔ اب ہم اس سوال پر پہنچ جاتے ہیں کہ مرنے کے بعد اگر زندگی ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے۔ وہ مادہ جس سے ہمارے جسم بنے ہوئے ہیں ہزارہا تبدیلیوں میں سے ہو کر گذرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ اپنے دَور آخر میں وہ ان شکلوں میں سے کونسی شکل اختیار کریگا۔ دوسرا سوال اکثر یہ ہوتا ہے کہ روح کے ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ اسلامی عقیدہ کی رو سے روح کوئی بیرونی چیز نہیں۔ جو باہر سے جسم کے اندر داخل کر دی جاتی ہے۔ بلکہ ایک لطیف چیز ہے کہ جو اسی جسم کے مادے سے پیدا ہوتی ہے۔ جس میں آئندہ ترقی کرنے کی خاصیت رکھی ہوئی ہے جسم میں روح کا پیدا ہونا سائنس کے خلاف نہیں۔ اسلام صرف یہ کہتا ہے کہ یہ نئی چیز جسم کے مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے۔ یہ سوال نہیں کہ روح کہاں سے آتی ہے۔ ثابت یہ کرنا ہے کہ روح جسم کے مرنے کے بعد بھی قائم رہیگی۔ پس اسلام یہی کہتا ہے کہ جسم کے مرنے کے بعد بھی روح ترقی کرتی رہتی ہے۔ اور ایک نیا عالم دیکھتی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عقیدہ عقل کے خلاف ہے ٭

روح کے آئندہ وجود کا ایک ثبوت قرآن شریف نے بالواسطہ طور پر یہ دیا ہے۔ جس شخص نے لنڈن نہیں دیکھا وہ کسی ایسے شخص سے جو وہاں ہو آیا ہے۔ سنکر یقین کر سکتا ہے۔ لیکن اس کے قول کا امتحان کر لینا ضروری ہے۔ یہ امتحان قرآن پیش کرتا ہے۔ جب کبھی قرآن آخرت کا ذکر کرتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ایسے واقعات بھی ملا دیتا ہے۔ جو اس دنیا میں واقع ہونے والے ہوتے ہیں۔ اور جن کے پورا ہونے سے آئندہ

کی پیشگوئیوں کی صحت کا بھی یقین ہو جاتا ہے۔ بعض لوگوں نے بعد الموت زندگی کا وجود اس جہان سے گذری ہوئی ارواح کے وجود کے ذریعے سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ مگر ایسی کوشش فضول ہے۔ جن کو روح کے تجربات کہا جاتا ہے۔ وہ دراصل دماغی حالتیں ہیں۔ اور اس کا ایک ثبوت یہ ہے۔ کہ اگلی دنیا کی حقیقت کے متعلق جسقدر جواب ارواح دیتی ہیں۔ وہ سب ایسے ہوتے ہیں کہ تجربہ کنندہ شخص کے خیالات اور عقائد سے مشابہت تامہ رکھتے ہیں ؂

الغرض انسان بغیر مقصد کے پیدا نہیں ہوا۔ مذہبی جھگڑے صرف اسی لئے پیدا ہوتے ہیں کہ لوگ مذہب سے دُور چلے جاتے ہیں۔ اگر مذہب نہ ہو تو انسانی زندگی کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ مادہ سے روح بنتی ہے اور روح سے ہمیشہ کی زندگی حاصل ہوتی ہے۔ بہشت ان کے لئے ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی محبت پیدا کرتے ہیں۔ دوزخ روح کو ناپاک مادہ سے صاف کرنے کے تکلیف دہ عمل کا نام ہے۔ آخری نتیجہ یہی کہ سب بنی نوع انسان کی نجات ہو۔ اور یہی انسانی زندگی کا مدعا ہے ؂

فہرست کتب بک ڈپو دفتر ریویو آف ریلیجنز ۔ قادیان دارالامان

قیمت	نام کتب
۹/	(۱) اوامر و نواہی
۵/	(۲) اظہار حق
۲/	(۳) التبیان
٠/	(۴) اجرومیہ
۳/	(۵) اعجاز احمدی
۱۰/	(۶) اسلام
عصہ/	(۷) براہین احمدیہ مکمل
۵/	" حصہ اول
۴/	" " دوم
۱۰/	" " سوم
۱/	(۸) برہان الحق
۱/	(۹) باغ بہار
۱/	(۱۰) پنج ارکان اسلام
٠/	(۱۱) پارہ پنجم مترجم بخاری
۳/	(۱۲) پارہ عم مترجم
۱/	(۱۳) پارہ سوم
۱/	(۱۴) تفسیر سورہ فاتحہ
۲۳/	(۱۵) تفسیر سورہ بقرہ
ہہ/	(۱۶) تفسیر پارہ اول شیخ یعقوب علی صاحب
عہہ/	(۱۷) " " دوم "
عہ/	(۱۸) " " ۲۳ / ۲۴ "
صہ/	(۱۹) " " ۲۵ "
عہ/	(۲۰) " " ۲۶ "
عہ/	(۲۱) ٹیچنگ آف اسلام مجلد
۴/	(۲۲) " بلا جلد
۶/	(۲۳) جنگ مقدس
٠/	(۲۴) جام شہادت
۸/	(۲۵) حقیقت نماز
۵/	(۲۶) حیرت کی حیرانی حصہ اول
۴/	(۲۷) " دوم
عہ/	(۲۸) خطبہ الہامیہ

قیمت	نام کتب
۴/	خزینۃ المعارف حصہ اول دوم
۸/	" سوم چہارم
۴/	خلافت راشدہ حصہ دوم
۱/	دینیات کا پہلا رسالہ
۱۰/	دعوت دہلی
ـ/	دعوت الحق
٠/	سناتن دھرم
۱۰/	سلاس الفضائل
۲/	سلاسل التعلیم
ہہ/	شرح ترمذی اول
عہہ/	" دوم
۳/	صیانۃ القرآن
٠/	صبر جمیل
۱/	فضل حق
٠/	قاعدہ سنسکرت
—/	قصہ قارون
۶/	قصائد احمدیہ
عـ ۸/	لغات القرآن مکمل
۱۰/	مبادی الصرف
۱۰/	مسک العارف
۴/	مکتوبات محمدیہ
ـ/	مجموعہ آئین
۲/	مباحثہ رام پور
۴/	مکتوبات احمدیہ
۳/	نسیم دعوت
۱/	نور القرآن حصہ اول
۲/	ہدیۃ الثاقب

نقد دس روپیہ یکمشت خریدار کو مبلغ عـ۱ فیصدی اور
" ۵۰ " " عـ۲۰ " اور
" یکصد روپیہ " " ۱۰۰ " بطور
کمشن دیا جائیگا ؛

المشتہر خاکسار نور محمد ہیڈ کلرک دفتر ریویو قادیان ضلع گورداسپور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۷۹

فصلی بخار و طحال کی دوا فصلی بخار اور طحال کیلئے یہ ایک ہی دوا ہے

Digitized by Khilafat Library

آجکل سیکڑوں اشتہار فصلی بخار و طحال کے دوا کا آپ دیکھتے ہونگے انمیں عموماً کونین رہتی ہے اسلئے یہ دوائیں بخار کچھ وقت تک رُک تو دیتی ہیں لیکن جڑ سے آرام نہیں کر سکتی ہیں۔ بخار کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی فصلی بخار کی دوا چند روز میں ایکدم آرام کرنیکا خاص دعویٰ رکھتی ہے اور عوام کے فائدہ کو مدِ نظر رکھکر قیمت بھی بہت ہی کم رکھی گئی ہے اس میں تین خاص صفتیں ہیں (۱) یہ ملیریا کے کیڑوں کو مار دیتی ہے اسلئے چار پانچ ہی خوراک کے استعمال سے بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے (۲) یہ خون کو گاڑھا کرتی ہے اور اسکے خرابیوں کو مٹاتی ہے (۳) یہ طحال کو گلاتی ہے۔ قیمت فی شیشی کلاں ۱۴ر شیشی خورد ۸ر محصول کلاں ۸ر اور خورد ۷ر

امراض مستورات کی دوا

عورتوں کی بیماری میں نہایت مفید امریکین ملک کی مشہور دوائیں دائی برنم اور ویدک کی قدیم زمانہ کی مشہور دوائیں اسوک وغیرہ کئی ایک دوائیوں کو ملا کر یہ دوا تیار کی گئی ہے اور اس کی آزمائش بھی واقعی طور سے ہوتی آئی ہے یہ ہر اقسام کے امراض مستورات کی دوا ہے کمزور رحم (بچہ دان) کو طاقت دیتی ہے۔ اور صاف رکھتی ہے۔ اسلئے رحم کی کل بیماریوں میں فائدہ کرتی ہے۔ اس سے حیض کی خرابی یعنی کم زیادہ دنوں میں حیض ہونا۔ کمر۔ پیڑو۔ جانگھوں۔ اور سر میں درد ہونا جی متلانا وغیرہ دُور ہوتا ہے۔

قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ/
محصولڈاک آٹھ آنہ ۸ر

ڈاکٹر ایس کے برمن پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

(مطبع میگزین قادیان میں باہتمام شیخ محمد نصیب صاحب پرنٹر و پبلشر چھپکر صدر انجمن احمدیہ کیلئے شائع ہوا)